ڈیرہ بگٹی میں پائی جانے والی رسوماتِ نکاح کا شرعی جائزہ

مقالہ نگار

حافظ حضور بخش

ت۴۴/۱۹

نگران

مفتی وصی الرحمن صاحب

مدرس مرکز تعلیم وتحقیق

1442/2020

تصدیق نامہ

میں تصدیق کرتاہوں کہ مقالہ بعنوان ”۔۔۔“

طالب علم۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔نے شعبہ تخصص فی الفقہ والافتاء میں میری نگرانی میں مکمل کیاہے اور یہ مقالہ کسی اور ادارے میں اصولِسند یا کسی اور مقصد کے لئے پیش نہیں کیا گیا۔

نام و دستخط نگرانِ مقالہ

فہرست

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
۱	انتساب	۶
۲	مقدمہ	۷
۳	باب فصل اول: رسم ورواج اور عرف وعادۃ کے تعریفات	۹
۴	رسم کی تعریف	۱۰
۵	رواج کی تعریف	۱۰
۶	عرف کی تعریف	۱۰
۷	عادت کی تعریف	۱۱
۸	رسم کی قسمیں	۱۱
۹	رسم ورواج اور عرف وعادت کر درمیان فرق	۱۲
۱۰	محل کے اعتبار سے رسم کی تقسیم	۱۲
۱۱	وسعت اور دائرہ کے اعتبار سے عرف کی تقسیم	۱۲
۱۲	مقبول اور غیر مقبول ہونے کے اعتبار سے عرف کی تقسیم	۱۳
۱۳	عرف صحیح کی تعریف	۱۳
۱۴	عرف فاسد کی تعریف	۱۳

۱۵	عرف صحیح کا حکم	۱۳
۱۶	عرف فاسد کا حکم	۱۳
۱۷	عرف کے معتبر ہونے کے شرائط	۱۴
۱۸	اسلام میں نکاح کی اہمیت	۱۵
۱۹	نکاح کی تعریف	۱۶
۲۰	ڈیرہ بگٹی میں پائی جانے والی رسوماتِ نکاح	۱۸
۲۱	رسم نمبر ا منٹن (وٹہ سٹہ)	۲۰
۲۲	رسم نمبر ۲ لَبّ (رشتہ کے بدلے پیسے لینا)	۲۱
۲۳	رسم نمبر ۳ ماذلافی (جنین)	۲۴
۲۴	رسم نمبر ۴ خونی بانہ (بدل صلح میں لڑکیاں دینا)	۲۶
۲۵	رسم نمبر ۵ وکیلی براث وگھار	۲۸
۲۶	رسم نمبر ۶ رسم پشتی (سفید چادر)	۳۰
۲۷	رسم نمبر ۷ ثیبہ سے جبری نکاح	۳۲
۲۸	رسم نمبر ۸ ہالو (نکاح کے موقعے پر گیت گانا)	۳۶
۲۹	رسم نمبر ۹ ٹکر کا رواج	۳۷
۳۰	رسم نمبر ۱۰ عقد نکاح سے پہلے ولیمہ	۳۷
۳۱	رسم نمبر ۱۱ مہر کھانے کا رسم	۳۹

۳۲	رسم نمبر ۱۲ اِبچّاری	۴۰
۳۳	سروے رپوٹ	۴۴
۳۴	خلاصہ بحث	۴۵
۳۵	تجاویز وسفارشات	۴۷
۳۶	کتابیات	۴۹
۳۷	فہرست آیات	۵۲
۳۹	فہرست احادیث	۵۳

انتساب

میں اپنی اس حقیر سی کاوش کو اپنے والدین اور اساتذہ کرام کے نام کرتاہوں جنہوں نے زندگی کے ہر مرحلہ میں اور بالخصوص تعلیمی و تحقیقی میدان میں میری بھرپور رہنمائی کی، میری دلی دعاہے اللہ تعالی ان جملہ صاحبان کو سعادت دارین کا مستحق بنائے۔ آمین ثم آمین۔

حافظ حضور بخش
متخصص مرکز تعلیم و تحقیق

مقدمہ

الحمدللہ حمداکثیراطیبامبارکافیہ الصلاۃ والسلام علی خاتم الانبیاء والمرسلین وعلی آلہ واصحابہ اجمعین

امابعد: اللہ تعالی نے انسانیت کو اپنی مرضی و منشاء سے پیدا کرکے پھر اس کو زندگی گزارنے کا سلیقہ بھی سکھایا اس کیلئے جو طریقہ رب نے سکھایا ہے اس کو شریعت کہتے ہیں۔

شریعت مطہرہ میں انسانیت کو زندگی کے کسی پہلو میں بھی بغیر راہنمائی کے نہیں چھوڑا ہے اسلام میں زندگی کے متعلق تمام امور کا تذکرہ بھی موجود ہے اور ان امور کو سرانجام کس طرح دینا چاہئے؟ اس کا تذکرہ بھی موجود ہے، اور یہ ہر مسلمان کا ایمان ہے اور یقین ہے کہ واقعتاً اسلام میں زندگی کے تمام پہلوؤں کے بارے میں راہنمائی موجود ہے اس لیے کہ اسلام دین فطرت ہے اس میں جہاں زندگی کے دوسرے پہلوؤں میں ہر قسم کی راہنمائی دی گئی ہے وہاں معاشرتی اور ازواجی زندگی کے حوالے سے بھی تعلیمات موجود ہیں اور اس میں شریعت کے اپنے اصول ہیں یہ اصول بالکل سادہ و سہل ہیں کوئی پیچیدگی اور تکلفات نہیں ہیں ہاں البتہ یہ انسان کی فطرت ہے کہ وہ معاشرتی اثرات کو قبول کرتا ہے دوسری طرف اسلام کا تقاضہ یہی ہے کہ بندہ مومن اپنے تمام امور کو شریعت مطہرہ کے صاف شفاف چشمے سے حاصل کرے اس کے علاوہ جو رسم و رواج شریعت کے خلاف ہوں وہ متروک ہونگے اور جو شریعت سے متصادم نہ ہوں بلکہ مطابق ہوں تو جائز ہوں گے، اب ڈیرہ بگٹی میں بلوچی رواج کے نام سے جو رسم منگنی سے رخصتی تک کیے جاتے ہیں اس میں ایک دیندار انسان شش و پنج میں رہتا ہے کہ کیا یہ بلوچی یا رندی رواج کے نام سے جو رسومات ہم بڑی پابندی کے ساتھ سرانجام دے رہے ہیں آیا یہ شریعت مطہرہ کی رو سے جائز بھی ہیں کہ نہیں؟

سابقہ کام کا جائزہ

رسومات نکاح نام سے اگرچہ مختلف چھوٹی بڑی کتابیں مختلف مقامات کے رسومات پر لکھی تو گئی ہیں ان میں سے چندہ درج ذیل ہیں۔

۱۔ اصلاح الرسوم: مولانا اشرف علی تھانویؒ، یہ کتاب اس موضوع پر بہترین کاوش ہے مگر اس کتاب میں ہمارے علاقے کے رسومات کے حوالے سے کافی وشافی حل موجود نہیں ہے۔

۱۔ رسم نکاح اور شریعت کی مخالفت از علامہ عبدالعزیز بن باز ۳۵ صفحات پر مشتمل ہے

۲۔ مسنون نکاح اور شادی بیاہ کی رسومات: حافظ صلاح الدین ۱۰۹ صفحات پر مشتمل ہے۔

۳۔ دور نبوی میں شادی بیاہ کے رسم و رواج اور پاکستانی معاشرہ: مصنفہ گلریز محمود یہ کافی بڑی کتاب ہونے کے ساتھ ساتھ اچھی کتاب بھی ہیں یہ کتاب ۳۰۰ صفحات پر مشتمل ہے۔

مذکورہ تمام کتب میں اپنے اپنے علاقے اور حالات کے مطابق وہاں کے رسومات پر بحث کی گئی ہے، مگر بگٹی قبائل کے رسم رواج پر بات نہیں کی گئی ہے اور بعض تو ایسے رسم رواج ہیں ان کے بارے میں کتب فقہ اور فتاویٰ جات میں ڈھونڈنے سے بھی کوئی نظیر نہیں ملتی اس لئے کہ یہ رواج صرف ڈیرہ بگٹی کے معاشرے تک محدود ہیں۔

اس مقالے کا مقصد یہی ہے کہ نکاح کے باب میں بلوچی رواج کے نام سے جو رسومات ادا کیے جاتے ہیں ان میں بہت زیادہ خرافات شامل ہوئے ہیں جس کی وجہ سے اب معاشرے میں نکاح کے لئے رشتے کی تلاش لڑکے والوں کے لئے بہت زیادہ مشکل ہو گیا ہے اور ان خرافات کی وجہ سے شرعی لحاظ سے تحفظات بھی ہیں اور ان کا شرعی حکم معلوم کر کے ذہنوں سے الجھن دور کیے جائیں۔

خاکہ تحقیق

اس مقالے میں ایک باب اور تین فصلیں ہیں، پہلے فصل میں رسم ورواج اور عرف عادت کی لغوی واصطلاحی تعریفات اور ان اصطلاحات کے مابین اصولی فرق بیان کرنا ہے، اور دوسرے فصل میں دین اسلام میں نکاح اور اس کی اہمیت اور مقاصد، اور تیسرے فصل میں ڈیرہ بگٹی میں رسومات نکاح اور ان کا شرعی حکم معلوم کیا جائے گا۔

آخر میں خلاصہ بحث، سفارشات، اور کتابیات مذکور ہوں گی۔

رسم رواج
اور عادت کی تعریفات

باب اول

فصل اول: تعریفات: رسم رواج عرف اور عادت کی لغوی واصطلاحی تعریفات اور رسومات کے اقسام

رسم کی تعریف

لفظِ رسم رَسَمَ یَرسُمُ باب نصر ینصر سے مصدر کا صیغہ ہے اس کی جمع رسومُ آتی ہے اس کے مختلف معانی ہیں فیس ، محصول، چارج، ٹیکس، نقوش[1]

اردوزبان میں رسم کے معنی دستور اور ریت کے ہیں جو آباءواجداد سے رواج چلے آرہے ہیں ان کو بھی رسم کہتے ہیں اس لیے کہ یہ لوگ ان کو دستور سمجھ کر کرتے ہیں۔

اصولیین نے رسم اور عادت کو الگ الگ بیان نہیں کیا بلکہ ان کو ایک ہی چیز شمار کیا ہے اس وجہ سے عادت کے اصطلاحی معنی کے تحت رسم کی اصطلاحی معنی بیان کیا جائے گا۔

رواج کا لغوی معنی

رواج رَوَجَ یَرُوُجُ رِواجاً باب نصر ینصر سے ہے جس کے معنی ہیں کسی معاملہ کا تیزی سے آگے بڑھنا راجَ الشّیء وتروّج شایع ہونا پھیل جانا،تروّجت العُملَۃ سکہ چلنا،

اردوزبان میں کسی قوم کے ایسے رسومات کو کہتے ہیں جس پر آباءواجداد کی عمل کی وجہ سے یہ لوگ عمل کر رہے ہوں اور یہ اس قوم کے ہاں قبول عام حاصل کر چکی ہوں[2]

رواج کا اصطلاحی تعریف

رواج کی بھی کوئی الگ اصطلاحی معنی بیان نہیں ہوا بلکہ وہی معنی ہے جو عادت کے ہیں۔

عرف کی لغوی معنی

عرف کے لغوی معنی جانی پہچانی چیز" کے ہیں اس کی ضد "نکر" کے ہیں عُرْف ... العُرْفُ لغةً: ضد النُكر.
وأصله المعروفُ من الخير والبر والإحسان, ثم أطلق على ما يتعارفه الناسُ فيما بينهم.
والنسبةُ إليه عرفيّ.[3]

اردوزبان میں عرف سے یہ مراد بھی لیا جاتا ہے کہ کوئی شخص اپنے اصل نام کے بجائے کسی اور نام سے مشہور ہو تو یہ نام نام عرفی کہلاتا ہے[4]

عرف کی اصطلاحی تعریف

1:

2:مولوی فیروزالدین فیروزاللغات ص ۷۲۳،مکتبۃ رحمانیہ اردوبازار لاہور ۲۰۰۵۔

قاموس مصطلحات الفقهية ج١،ص٨٦، مكتة الدعوة و توعية الجاليات بحى الروضة ، المكتبة الشاملة [3]

لسان العرب ابن منظور افریقی ۔[4]

اصطلاح: اصطلاحی تعریف میں اہل علم کے مختلف تعبیرات ہیں۔

أمّا العُرْف عند الفقهاء فهو ما استقر في النفوس من جهة العقول, وتلقته الطباع السليمة بالقبول.[5]

فقہاء کے نزدیک عرف کہتے ہیں جو عقل کی وجہ رائج ہوا ہو اور طبیعت اور عقل سلیم کے ہاں طلقی بالقبول حاصل کرچکا ہو۔

عادت کی لغوی تعریف

عَادَیَعُوْدُ عودا و عودۃ باب نصر ینصر سے اس کا معنی رجع کے میں ہے، یعنی لوٹنا، عادت ایسی کیفیت و حالت کو بھی کہاجاتا ہے کہ وہ بار بار کیا جائے صار عادۃ لہ اور اسی طرح کتے کو شکار کی تربیت دینے کیلئے بھی کہتے ہیں و عَوّدَ کَلْبہ الصید فتعوّد۔[6]

عادت کی اصطلاحی تعریف

العادۃ عبارۃ عما یستقر فی النفوس من الامور المتکررۃ المقبولۃ عند الطباع السلیمۃ

عادت ایسی چیز سے عبارت ہے کہ جو دھرانے سے نفوس میں اس طرح گھر کر جائے کہ عقل سلیم کے ہاں مقبول ہو جائے۔[7]

رسم کے اقسام

باعتبار حکم رسم کی دو قسمیں ہیں۔

ا۔رسم صحیح

رسم صحیح سے مراد وہ تمام رسومات ہیں جو شریعت کے مخالف نہ ہوں ڈاکٹر صلاح محمد لکھتے ہیں

هو الذي لا يخالف نصاً قطعياً ولا إجماعاً .رسم صحیح وہ ہے جو نص قطعی اور اجماع کے خلاف نہ ہو۔[8]

۲۔رسم فاسد

رسم فاسد وہ ہے جو رسم صحیح کے بر خلاف ہو یعنی نص اور اجماع سے متصادم ہو۔

هو المخالف لنص قطعي أو إجماع، رسم فاسد وہ ہے جو نص قطعی اور اجماع کے مخالف ہو۔[9]

---

[5] حوالہ بالہ ۔

[6] الجوہری ابو نصر اسماعیل بن حماد ، الصحاح تاج اللغۃ و صحاح العربیۃ دارالحدیث القاہرۃ ط۲۰۰۹،ص۸۲۳۔

[7] ابن نجیم زین العابدین بن ابراہیم الاشباہ والنظائر دارالکتب بیروت ۲۰۱۰ص ۷۹۔

[8] الدکتور صلاح محمد ابوالحاج ، المدخل الی الفقۃ الاسلامی اصولہ ،جامعۃ آل البیت طبعۃ اولی ۲۰۰۷۔ج۱،ص۱۰۱۔

[9] حوالہ بالا۔

عرف وعادت اور رسم ورواج کے مابین فرق

عرف وعادت یہ عربی کے دو اصطلاح ہیں انہیں اصطلاحات کو اردو فارسی اور ہندی میں رسم ورواج کہتے ہیں

عرف اور عادت کے مابین فرق۔

عرف وعادت کے درمیان فرق کے حوالے سے تین اقوال ہیں، پہلا قول یہ ہے کہ ان کے درمیان کوئی فرق نہیں ہے شیخ عبداللہ بن احمد النسفی اور علامہ شامی کی یہی رائے ہے اَلْعَادَۃُ وَالْعُرْفُ بِمَعْنًی وَاحِدٍ مِنْ حَیْثُ الْمَصْدَاقَ وَإِنِ اخْتَلَفَا مِنْ حَیْثُ الْمَفْهُوْمُ۔ عادۃ اور عرف کا ایک ہی معنی ہے اس حیثیت سے کہ ان کا مصداق ایک ہے اور اگرچہ مفہوم مختلف ہو،[10] دوسرا قول یہ ہے کہ عرف وعادت دونوں الگ الگ ہیں، عادت سے مراد عرف عملی ہے اور عرف سے مراد عرف قولی ہے، تیسرا قول یہ ہے کہ ان کے درمیان عموم و خصوص مطلق کی نسبت ہے، عادت عام ہے اور عرف خاص ہے، ہر عرف عادت ہے اور ہر عادت عرف نہیں ہے، یہ علامہ مصطفی زرقاء کی رائے ہے۔[11]

یعنی جو عرف چاہے فعلی ہو یا قولی جو شریعت کے مخالف ہوں تو اس کا کوئی اعتبار نہیں ہے۔

محل کے اعتبار سے عرف کی تقسیم

عرف قولی اور عرف فعلی۔

عرف قولی۔

بعض الفاظ یا تراکیب لوگوں کے ہاں کسی خاص معنی میں مروج ہو جائیں اور اور جب وہ لفظ بولا جائے تو عقلی دلی کے بغیر وہی معنی سمجھا جائے، یہ عرف قولی یا عرف لفظی ہے جیسے کوئی کہے کہ فلاں کے گھر میں قدم نہیں رکھوں گا، تو اس مراد مطلقاً گھر میں داخل ہونا ہے نہ کہ گھر میں پاؤں رکھنا مراد ہے۔[12]

عرف فعلی کسی عمل کے بارے میں عادت اور رواج کو عرف عملی یا عرف فعلی کہا جاتا ہے جیسے بیع تعاطی، یعنی زبانی ایجاب و قبول کے بغیر خریداری کا قیمت اور بیچنے والے کا سامان حوالہ کرینا۔[13]

عرف کی وسعت اور دائرہ رواج کے اعتبار سے تقسیم۔

عرف کی جو دوسری تقسیم ہے وہ خاص وعام کے اعتبات سے ہے،: عرف عام یہ ہو وہ عرف ہے جو تمام لوگوں میں یا اکثریت میں رائج ہو، اور یہ عرف قولی بھی ہو سکتا ہے اور فعلی بھی قولی کی مثال ولد سے مذکر بچہ مراد لینا اور فعلی کی مثال بیع استصناع ہے۔

عرف خاص

---

[10]: ابن عابدین امین بن عمر الشامی،مجموعۃ الرسائل،ج۲،ص۱۲۲۔

[11]: المدخل الفقہی العام،ج۲،ص۸۳۹۔

[12]: خالد سیف اللہ رحمانی قاموس الفقہ ، فقہ اکیڈمی انڈیا، مکتبہ زمزم پبلشرز کراچی ۲۰۱۵،ج۴،ص۳۸۲۔

[13]: حوالہ بالہ

عرف خاص یہ ہے کہ کسی خاص شہر یا علاقے کا عرف ہو تمام لوگوں کا نہ ہو جیسے بعض شہروں میں اجارہ کا سال محرم سے شروع ہوتا ہے اور بعض میں جنوری سے شروع ہوتا ہے۔

عرف عام اور عرف خاص کا حکم:

عرف عام کے معتبر ہونے پر تمام فقہاء کا اتفاق ہے، البتہ جب عرف کا دلیل شرعی کے ساتھ تعارض ہو تو عرف عام بعض شرائط کے ساتھ معتبر ہے، اور عرف خاص کے بارے میں اختلاف ہے، علامہ شامی کہتے ہیں کہ ایسے میں عرف خاص معتبر نہیں ہے۔

مقبول اور غیر مقبول ہونے کے اعتبار سے عرف کی تقسیم۔

مقبول اور غیر مقبول ہونے کے اعتبار سے عرف کی دو قسمیں ہیں عرف صحیح اور عرف فاسد۔

عرف صحیح کی تعریف:

هو ما تعارفه الناس، ولا يخالف دليل شرعيا ولا يحل محرماً ولا يبطل واجباً، كتعارف الناس عقد الاستصنا ع،

عرف صحیح وہ ہے جس سے لوگ متعارف ہوں اور دلیل شرعی کے مخالف نہ ہو، نہ حرام کو حلال کرنے والا ہو، اور کسی واجب کو باطل کرنے والا ہو، جیسا کہ بیع استصناع سے لوگوں کا متعارف ہونا ہے۔[14]

صاحب قاموس الفقہ نے پہلے قول کو راجح قرار دیا ہے اور یہی بہتر رائے ہے۔[15]

عرف فاسد کی تعریف:

هو ما تعارفه الناس ولكنه يخالف الشرع أو يحل المحرم أو يبطل الواجب، مثل تعارف الناس أكل الربا وعقود المقامرة.

عرف فاسد وہ ہے جس سے لوگ متعارف ہوئے ہوں، لیکن یہ شریعت کے مخالف ہو، حرام کو حلال کرتا ہو، واجب کو باطل کرتا ہو، جیسے کہ لوگوں کا سود کھانے سے متعارف ہونا۔[16]

عرف صحیح کا حکم:

عرف صحیح کا حکم یہ ہے کہ مجتہد شرعی مسائل میں اور قاضی قضاء میں اس عرف کا خیال رکھے گا، کیونکہ لوگ اس سے متعارف ہیں اپنی حاجات و مسالح کی بنیاد پر اس کے مطابق چلیں یہ اس وقت تک ہے ہوگا جب شریعت کے مخالف نہ ہو۔[17]

عرف فاسد کا حکم:

---

[14]: عبدالوھاب خلاف،علم اصول الفقہ مکتبۃ الدعوۃ شباب الازھر،ض١،ص٨٩-

[15]: مولانا خالد سیف اللہ رحمانی، قاموس الفقہ،زمزم پبلیشرز،کراچی،٢٠١٥،ج٤،ص٣٨٢-

[16]: عبدالوھاب خلاف،علم اصول الفقہ مکتبۃ الدعوۃ شباب الازھر،ض١،ص ٨٩

[17]: حوالہ سابقہ

عرف فاسد کا نہ مجتہد اجتہادی مسائل میں کرے گا اور نہ قاضی قضاء میں۔[18]

عرف کے معتبر ہونے کی شرائط

عرف کے معتبر ہونے کی پہلی شرط یہ ہے کہ

۱) وہ عرف کلی طور پر جاری ہو یا کم از کم غالب ہو[19]۔

۲) جس وقت معاملہ ہو رہا ہو اس وقت وہ عرف موجود ہو۔[20]

۳) عرف کے خلاف متکلم کی صراحت موجود نہ ہو۔[21]

۴) عرف کے قبول کرنے کی وجہ سے قرآن وحدیث کی کوئی نص عمل سے معطل نہ ہو رہا ہو۔[22]

خلاصہ یہ ہے کہ عرف شریعت کے ثانوی مصادر میں سے ایک مصدر رہے مجتہد و قاضی کو اپنے زمانے کے عرف سے واقف ہونا ضروری ہے اس لیے کہ جو احکام عرف پر مبنی ہوں وہ عرف کی تبدیلی سے تبدیل بھی ہو سکتے ہیں تو سابقہ آراء پر فتوی دینا درست نہیں ہو گا۔

اور اس طرح کے مسائل میں صرف قدیم کتب پر اکتفاء کرنا صحیح نہیں ہو گا، اس لیے کہ جو احکام عرف پر مبنی ہیں وہ بے شمار ہیں جن میں بالاجماع تغیر عادت کی وجہ سے تغیر حکم ہوتا ہے اور پہلی رائے پر فتویٰ دینا حرام قرار پاتا ہے علامہ قرافی فرماتے ہیں جَرَتْ الْعَادَةُ بِالْمُعَامَلَةِ بِهَا فِي ذَلِكَ الزَّمَانِ فَإِذَا وَجَدْنَا بَلَدًا آخَرَ وَزَمَانًا آخَرَ يَقَعُ التَّعَامُلُ فِيهِ بِغَيْرِ تِلْكَ السِّكَّةِ تَغَيَّرَتْ الْفُتْيَا إلَى السِّكَّةِ الثَّانِيَةِ، وَحَرُمَتْ الْفُتْيَا بِالْأُولَى لِأَجْلِ تَغَيُّرِ الْعَادَةِ.

اس دور میں سکوں کے حوالے سے جو عادت جاری ہوئی ہے وہ یہ کہ ایک ملک میں الگ سکہ ہے اور دوسرے میں الگ سکے کا تعامل ہے جس کی وجہ سے فتویٰ بھی بدل گیا ہے ایک سکہ سے دوسرے سکہ کی طرف پہلے پر فتویٰ دینا حرام ہو گیا ہے عادت کے بدلنے کی وجہ سے[23]

لہذا عرف کے معتبر ہونے کے لئے چند شرائط علماء اصول نے لگائے ہیں جو عرف ان شرائط پر پورا اترتا ہے تو وہ عرف صحیح ہو گا جس کو شریعت میں معتبر مانا جائے گا اور جس عرف میں وہ شرائط نہیں پائے جائیں گے وہ عرف فاسد کہلائے گا شریعت میں اس کا اعتبار نہیں کیا جائے گا۔

---

[18]: حوالہ سابقہ

[19]: ابن نجیم زین الدین بن ابراہیم،الاشباہ والنظائر، دارالکتب العلمیۃ بیروت،ط اولیٰ ۱۹۹۹،ص۱۵۲۔

[20]: عبدالوہاب خلاف،علم اصول الفقہ مکتبۃ الدعوۃ شباب الازہر،ض۱،ص ۸۹

[21]: مصطفی احمد زرقاء ،المدخل الفقہی العام،دارالقلم دمشق،ط اولی ۱۹۹۸،ج۲ص ۸۷۹

[22]: ابن عابدین امین بن عمر الشامی،مجموعۃ الرسائل،ج۲،ص۱۱۶۔

[23]: القرافی ابوالعباس احمد بن ادریس،الفروق انوار البروق انواء الفروق،مکتبۃ عالم الکتب، ج۱ص ۴۵

فصل دوم: دین اسلام میں نکاح کی اہمیت اور اسکے مقاصد

دین اسلام میں نکاح کی اہمیت اور اسکے مقاصد

نکاح کی تعریف:

لغوی تعریف:

النكاح لغة الجمع والضم

نکاح لغت میں جمع اور ضم ہونے کو کہتے ہیں [24]

وشرعا: عقد يفيده ملك المتعة قصداً.

شرعی اصطلاح میں نکاح ایسے عقد کو کہتے ہیں جو ملک متع کا فائدہ قصدا دیتا ہے[25]

علماء فقہ کے اصطلاح میں نکاح اس خاص عقد و معاہدہ کو کہتے ہیں جو مرد و عورت کے درمیان ہوتا ہے اور جس سے دونوں کے درمیان زوجیت کا تعلق پیدا ہوتا ہے۔

اسلام میں نکاح مقصد اور اس کی اہمیت

مقاصد نکاح

ا۔ نکاح کا اولین مقصد عفت وپاکدامنی ہے عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ مَسْعُودٍ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «يَا مَعْشَرَ الشَّبَابِ مَنِ اسْتَطَاعَ مِنْكُمُ الْبَاءَةَ فَلْيَتَزَوَّجْ، فَإِنَّهُ أَغَضُّ لِلْبَصَرِ، وَأَحْصَنُ لِلْفَرْجِ، وَمَنْ لَمْ يَسْتَطِعْ فَعَلَيْهِ بِالصِّيَامِ، فَإِنَّهُ لَهُ وِجَاءٌ»

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا اے جوانوں کے گروہ تم میں سے جو نکاح کے لوازمات کی استطاعت رکھتاہے تو وہ نکاح کرے بیشک یہ نگاہوں کو نیچے رکھنے کا ذریعہ ہے،اور شرم گاہ کیلئے پاکیزگی کا سبب ہے ، اور جو نکاح کے لوازمات کی استطاعت نہ رکھتاہوتووہ روزے رکھے کیوں کہ یہ شہوت کو دبانے کاذریعہ ہے۔[26]

افزائش نسل: اس دنیامیں اللہ تعالی نے انسان کی تحفظ وبقاکے لیے مرداور عورت کی صورت میں دو جنسیں پیدا کی ہیں اور ہر جنس میں دوسرے کیلئے طلب وخواہش کامادہ رکھاہے یہ دونوں زندگی کی گاڑی کو مل کر چلاتے ہیں اور انہیں دو نفوس سے انسانی نسل آگے بڑھتی ہے ارشاد باری تعالی**يَاأَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوا** رَبَّكُمُ الَّذِي خَلَقَكُمْ مِنْ نَفْسٍ وَاحِدَةٍ وَخَلَقَ مِنْهَا زَوْجَهَا وَبَثَّ مِنْهُمَا رِجَالًا كَثِيرًا وَنِسَاءً۔۔ الآیۃ

---

[24] ۔العینی محمود بن احمد ابومحمد بدرالدین، البنایۃ شرح الهدایۃ ، ماینعقد بہ النکاح ،ج۵،ص۳، دار الکتب العلمیۃ بیروت، ۲۰۰۰۔

[25] ۔ عبدالغنی بن طالب ، اللباب فی شرح الکتاب ، کباب النکاح ، ج۳، ص۳، مکتبہ العلمیۃ بیروت۔

[26] ۔عبدالرزاق صنعانی ،مصنف عبدالرزاق، ج٦،ص١٦٧،مجلس العلمی الھند ١٤٠٣۔

اے لوگو اپنے رب سے ڈرو جس نے تمھیں ایک ہی جان سے پیدا کیا اور اسی سے اس کا جوڑا پیدا کیا اور ان دونوں سے بہت سارے مرد اور بہت ساری عورتیں پھیلا دیں۔[27]

«تَنَاكَحُوا، تَكْثُرُوا، فَإِنِّي أُبَاهِي بِكُمُ الْأُمَمَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ» نکاح کرو اور زیادہ ہو جاؤ میں دوسرے قوموں کے سامنے قیامت کے روز تم پر فخر کروں گا۔[28]

سکون و محبت: وَمِنْ آيَاتِهِ أَنْ خَلَقَ لَكُمْ مِنْ أَنْفُسِكُمْ أَزْوَاجًا لِتَسْكُنُوا إِلَيْهَا وَجَعَلَ بَيْنَكُمْ مَوَدَّةً وَرَحْمَةً إِنَّ فِي ذَلِكَ لَآيَاتٍ لِقَوْمٍ يَتَفَكَّرُونَ

ان کی نشانیوں میں سے ایک تم میں سے تمہارے جوڑے کا پیدا کرنا ہے تاکہ تم اس سے تسکین حاصل کرو اور تمہارے درمیان محبت اور رحمت پیدا کی بیشک اس میں نشانیاں ہیں غور و فکر کرنے والے قوم کیلئے[29]

قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «لَمْ يُرَ لِلْمُتَحَابِّينَ مِثْلُ النِّكَاحِ»، آپ ﷺ نے فرمایا: جو محبت دو نکاح کرنے والے کرتے ہیں اس کی مثل نہیں دیکھی گئی ہے۔[30]

حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ کا قول ہے، «لَوْ لَمْ يَبْقَ مِنَ الدُّنْيَا إِلَّا يَوْمٌ وَاحِدٌ أَحْبَبْتُ أَنْ يَكُونَ لِي فِيهِ زَوْجَةٌ»

اگر دنیا میں ایک دن باقی ہو تو میں یہ پسند کرونگا کہ میرے لئے بیوی ہو۔

فقر سے نجات: قَالَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ: «اطْلُبُوا الْفَضْلَ فِي الْبَاهِ» قَالَ: وَتَلَا عُمَرُ: إِنْ يَكُونُوا فُقَرَاءَ يُغْنِهِمُ اللَّهُ مِنْ فَضْلِهِ۔

عبد اللہ بنؓ فرماتے ہیں کہ حضرت عمرؓ فرمایا: نکاح کے ذریعے سے رزق تلاش کرو اور پھر مذکورۃ آیت کی تلاوت کی۔[31]

نکاح اہمیت: اسلام نکاح کی بہت بڑی اہمیت ہے نبی کریم ﷺ نے نکاح کی فضیلت بیان کرنے کا ساتھ ساتھ جابجا نکاح پر حکم بھی دیا ہے نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے **النکاح من سنتی ،فمن لم یعمل بسنتی فلیس منی**،، نکاح میری سنت ہے جس نے میری سنت پر عمل نہیں کی وہ ہم میں سے نہیں ہے۔[32]

«أَمَّا أَنَا فَأَنَا أُصَلِّي وَأَنَامُ، وَأَصُومُ وَأُفْطِرُ، وَأَتَزَوَّجُ النِّسَاءَ، فَمَنْ رَغِبَ عَنْ سُنَّتِي فَلَيْسَ مِنِّي» دوسری روایت ہے کہ تین شخص آپ ﷺ کے گھر آکر عائشہؓ سے آپکے معمولات کے حوالے سے پوچھنے پر اپنے اپنے اعمال کو کم جان کر ایک شخص کہتا ہے میں نماز پڑھتا رہوں گا دوسرا کہتا ہے میں ہمیشہ روزہ رکھونگا، تیسرا کہتا ہے میں نکاح نہیں کرونگا، جب آپ ﷺ کو واقعہ کا پتہ چلتا ہے تو ان کو

---

[27] النساء:۴:۱۔

[28] ابوبکر عبدالرزاق بن همام الصنعانی،مصنف ،المجلس العلمی الهند ۱۴۰۳،باب وجوب النكاح و فضلہ،ج۶،ص۱۷۳۔

[29] الروم:۲۱:۲۱۔

[30] ابوبکر عبدالرزاق بن همام الصنعانی،مصنف ،المجلس العلمی الهند ۱۴۰۳،باب مايكره عليہ من النكاح فلا ،ج۶،ص ۱۶۷

[31] ابوبکر عبدالرزاق بن همام الصنعانی،مصنف ،المجلس العلمی الهند ۱۴۰۳،باب مايجوز من اللعب فی النكاں ،ج۶،ص۹۹۔

[32] سنن ابن ماجہ باب ماجاء فی فضل النكاح،ح ۱۸۴۶

بلا کر فرماتے ہیں کہ میں نماز بھی پڑھتاہوں اور سو بھی جاتاہوں اور اور روزہ بھی رکھتاہو افطار بھی کرتاہوں اور عورتوں سے نکاح بھی کرتاہوں اور جس نے میری سنت سے منہ موڑا وہ ہم میں سے نہیں ہے۔[33]

بلکہ نکاح کو آپ ﷺ نے نصف دین قرار دیاہے،اذاتزوج العبد فقد کمل نصف الدین ، فلیتق اللہ نصف الباقی،جب بندہ نکاح کرتاہے تو اسکا نصف دین کامل ہوتاہے تو باقی نصف کے بارے میں اللہ سے ڈرے۔[34]

بیوی کے ساتھ جنسی تسکین کا ثواب: نکاح کے بعد میاں بیوی کے جنسی تعلقات قائم کرنے کو صدقہ قرار دیاہے آپ ﷺ نے فرمایاہے

وَفِي بُضْعِ أَحَدِكُمْ صَدَقَةٌ ، قَالُوا : يَا رَسُولَ اللهِ ، أَيَأْتِي أَحَدُنَا شَهْوَتَهُ وَيَكُونُ لَهُ فِيهَا أَجْرٌ ؟ قَالَ : أَرَأَيْتُمْ لَوْ وَضَعَهَا فِي حَرَامٍ ، أَكَانَ عَلَيْهِ فِيهَا وِزْرٌ ؟ فَكَذَلِكَ إِذَا وَضَعَهَا فِي الْحَلاَلِ كَانَ لَهُ أَجْرٌ۔ اور تمہارے شرمگاہوں میں بھی صدقہ صحابہؓ نے فرمایا کیا ہم میں سے ایک شخص اپنی شہوت پوری کرنے کیلئے اپنی بیوی کے پاس جاتاہے کیا اس میں اجر ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا تمہاری کیا روئے ہے کہ جب یہ آدمی حرام میں اپنی شہوت پوری کرے تو اس میں گناہ ہے تو اسی طرح جب حلال میں کرے گا تو اس میں اجر ہے۔[35]

ابن عابدین فرماتے ہیں **لَيْسَ لَنَا عِبَادَةٌ شُرِعَتْ مِنْ عَهْدِ آدَمَ إلَى الْآنَ ثُمَّ تَسْتَمِرُّ فِي الْجَنَّةِ إلَّا النِّكَاحَ**،ہمارے کوئی ایسی عبادت نہیں جو عہد آدم ابھی تک اور پھر جنت تک جس کا استمرار ہو سوائے نکاح کے [36]

جب سے انسان کی تخلیق کی گئی ہے اس وقت سے انسان زندگی گزارنے کیلئے شریک حیات کا محتاج ہے پہلے انسان حضرت آدم علیہ السلام تھے جس طرح اللہ تعالی نے بطور شریک حیات حوا علیھا السلام کی تخلیق کی اسی طرح یہی نکاح کا سلسلہ انکے اولاد میں مسلسل جاری رہا اور اسی کو اسلام میں عبادت کا درجہ ملا اور جنت میں بھی میاں بیوی کا آپس میں یہی تعلق رہے گا۔

---

[33] : ۔ابوبکر عبدالرزاق بن همام الصنعانی،مصنف ،المجلس العلمی الهند ۱۴۰۳،باب وجوب النكاح و فضلہ،ج٦،ص۱۷۰۔

:بیہقی ، احمدبن شعب الایمان مکتبۃ الرشد ریاض ۲۰۰۳، فصل فی ترغیب النکاح ،ح۵۱۰۰۔[34]

البغوی ابومحمدالحسینبن مسعود تحقیق شعیب ارناؤط ،مکتبۃ الاسلامی بیروت ،ط الثانیۃ ۱۴۰۳۔ج٦،ص۱۴۴۔[35]

:ابن عابدین محمد امین بن عمر ردالمحتار علی درالمختار دارالفکر بیروت۱۹۹۲،ج۳،ص۳۔[36]

فصل چہارم: ڈیرہ بگٹی میں رسوماتِ نکاح اور ان کا شرعی جائزہ

ڈیرہ بگٹی میں رسومات نکاح کی عملی صورت اور اس کا شرعی جائزہ

رسم نمبر ا

مٹن (وٹہ سٹہ)

عملی صورت

ڈیرہ بگٹی میں وٹہ سٹہ کی عملی صورت یہ ہے کہ ایک شخص اپنی بیٹی دوسرے کے بیٹے کو دیتا ہے اور دوسرے کی بیٹی اپنے بیٹے کو نکاح میں دیتا ہے یا کوئی اپنی بہن دے کر دوسرے کی بہن سے نکاح کرتا ہے، اور اس میں مناسب مہر ہوتا ہے نہ زیادہ، نہ کم۔

اور اگر ایک عورت اچھی نہ ہو اور اس کو تادیبی سزا مل جائے تو پھر دوسری کی بے گناہ شامت آتی ہے اور اسی طرح اگر ایک خاندان اپنی کسی مجبوری کی وجہ سے عورت کو میکے میں جانے کی اجازت نہیں دیتا تو دوسرا خاندان بھی انکی بیٹی کو میکے جانے کی اجازت نہیں دیتا، وہ کہتے ہیں کہ ہماری بچی کو کیوں اجازت نہیں ملی ہے اچھی والی عورت کا گناہ صرف یہی ہے کہ وہ اس بری عورت کے بدلے میں آئی ہے۔

وٹہ سٹہ میں اچھا پہلو یہ ہے کہ ایک دوسرے کے ساتھ اس خوف سے بھی اچھا سلوک کیا جاتا ہے کہ ہم نے اگر اچھا برتاؤ نہیں کیا تو وہ لوگ بھی ہماری بچی کے ساتھ اچھا برتاؤ نہیں کریں گے تو اس وجہ سے دونوں طرف ظلم وزیادتی سے اجتناب کیا جاتا ہے۔

وٹہ سٹہ کی شرعی حکم

اس بات کی واضحت کرنا ضروری ہے کہ آیا نکاح شغار اور وٹہ سٹہ ایک ہی چیز ہے یا ان میں دونوں میں فرق ہے؟

نکاح شغار کی تعریف حدیث نبوی میں موجود ہے

عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا: «أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهَى عَنِ الشِّغَارِ» وَالشِّغَارُ أَنْ يُزَوِّجَ الرَّجُلُ ابْنَتَهُ عَلَى أَنْ يُزَوِّجَهُ الآخَرُ ابْنَتَهُ، لَيْسَ بَيْنَهُمَا صَدَاقٌ

حضرت عبد اللہ بن عمرؓ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے شغار سے منع کیا ہے اور پھر فرمایا ہے شغار یہ ہے کہ اور کوئی شخص اپنی بیٹی کا نکاح کسی سے اس شرط کے ساتھ کرے کہ وہ اپنی بیٹی کی نکاح اس سے کرے اور ان دونوں لڑکیوں کیلئے مہر نہیں ہو گا[37]۔

اس حدیث میں یہی ذکر ہوا ہے کہ نکاح شغار میں یہ شرط ہو کہ دونوں لڑکیوں کے لئے مہر نہیں ہو گا،

اور مروجہ وٹہ سٹہ میں مہر ہوتا ہے اس وجہ سے اس کو شغار کہنا صحیح نہیں ہے علامہ ابن عابدین فرماتے ہیں

النکاح الشِّغَارِهُوَ أَنْ يُزَوِّجَهُ بِنْتَه عَلَى أَنْ يزوجه الْآخرُ بِنْتَه أَوْ أُخْتَهُ مَثَلًا مُعَاوَضَةً بِالْعَقْدَيْنِ وَهُوَ مَنْهِيٌّ عَنْهُ لِخُلُوِّهِ عَنْ الْمَهْرِ، افأَوْجَبْنَا فِيهِ مَهْرَ الْمِثْلِ فَلَمْ يَبْقَ شِغَارًا۔

نکاح شغار یہ ہے کہ وہ اس شرط پر اپنی بیٹی کا نکاح کروائے کہ دوسرا شخص اپنی بیٹی یا بہن کا نکاح کروائے اور یہ لڑکیاں دونوں عقدوں میں ایک دوسرے کیلئے معاوضہ ہوں اور یہ ممنوع ہے عدم مہر کی وجہ سے اور اگر ہم نے مہر مثل واجب کیا تو یہ شغار نہیں ہو گا۔[38]

---

[37]: بخاری ابوعبداللہ محمد اسماعیل ، الجامع الصحیح باب الشغار ،ج۷،ص۱۲، رقم الحدیث ۵۱۱۲۔

[38]: ابن عابدین محمد امین بن عمر، ردالمحتار علی درالمختار دارالفکر بیروت،۱۹۹۲۔ج۶،۱۰۶۔

مذکورہ عبارت سے یہ بات تو واضح ہوگئی ہے کہ وٹہ سٹہ کو شغار کہنا درست نہیں ہے بلکہ کے ان کے درمیان اس لحاظ سے فرق ہے کہ شغار میں مہر نہیں ہوتا ہے اور وٹہ سٹہ میں مہر ہوتا ہے، اس کے علاوہ دوسری خرابیاں اس میں پائے جاتے ہیں مگر پھر بھی اس وٹہ سٹہ کو حرام نہیں کہہ سکتے ہیں۔

وٹہ سٹہ کی معاشرتی خرابیاں

وٹہ سٹہ کئی معاشرتی خرابیاں ہیں،

وٹہ سٹہ میں ایک لڑکی اگر اچھی سیرت کی نہ ہو اور جس کی برے اخلاق کی وجہ سے شوہر کوئی سرزنش کرے تو اس کی وجہ سے دوسری لڑکی کو بھی اس کے شوہر سزا دیتا ہے۔

جس شخص کے پاس وٹہ سٹہ کے لئے کوئی بہن وغیرہ نہ ہو تو اس کو کوئی رشتہ نہیں دیتا ہے جس کی وجہ سے بہت سارے مرد بغیر شادی کے عمر رسیدہ ہو جاتے ہیں اور پھر وہ بالآخر زنا جیسی بری میں پڑ جاتے ہیں۔

رسم نمبر ۲

۔لب (پیسوں کے بدلے بیچنا۔

لَبّ کی عملی صورت

۱۔ کسی کے پاس وٹہ سٹہ کے لئے کوئی رشتہ نہ ہو اور پھر اس کو مفت میں کوئی رشتہ دینے کے لئے تیار نہیں ہوتا ہے تو وہ شادی کرنا چاہتا ہو تو لڑکی کے والد یا بھائیوں کو پیسے دیکر رشتہ حاصل کر کے منگی اور پھر شادی کرتا ہے۔

۲۔ بعض لوگ اپنی بیٹی یا بہن وٹہ سٹہ کے طور پر دینے کے لئے تیار نہیں ہوتے مگر دوسرے کی لڑکی سے رشتے کا خواہش مند ہوتے ہیں تو پھر پیسے دیکر رشتہ حاصل کرتے ہیں۔

اس رسم کو بعض قبائل کے ہاں انتہائی معیوب تصور کیا جاتا ہے مثلاً سیدیانی کھیازئی قبائل کے ہاں تو لوگ "لب وار" (بچیوں کے بیچنے والا) کے بیٹھک میں کھانا کھانے کو بھی حرام سمجھتے ہیں، اور ان دو قبائل ان اقوام میں وہ لوگ یہ کام کرتے ہیں جو وہ دو وقت کی روٹی کے لئے محتاج ہوتے ہیں گویا کہ غربت کی وجہ سے بچیوں کے بیچنے پر مجبور ہوتے ہیں۔

شہروں میں لوگوں کی کوئی مالی مجبوری تو نہیں ہوتی ہے، مگر انہوں نے اس رسم کو یا تو فیشن کے طور پر اپنایا ہے اور یہ شہری لوگ کہتے ہیں کہ ہم لڑکے والوں سے پیسے لیکر جہیز کے نام سے اپنی بیٹی کو دیتے ہیں، بعض لوگ تو واقعی وہی پیسہ لڑکی کو دیتے ہیں، اور بعض لوگ وہ پیسہ خود کھاتے ہیں، اور یا پھر ان میں مال کی حرص ہوتے ہے۔

یہ پیسہ رشتہ طے کرنے کے وقت لیتے ہیں، اسکے بعد نکاح کے وقت مہر مقرر کرنے کے حوالے سے لڑکی والے بے بس ہوتے ہیں لڑکے والے جتنا مقرر کریں نہ لڑکی کچھ بول سکتی ہے اور نہ لڑکی کے اولیا، اس لیے کہ لڑکی والے لب کی صورت میں پیسہ وصول کر چکے ہوتے ہیں ، اس کے بعد اگرچہ لونڈی تو نہیں مگر اس بیچاری پر سلوک لونڈیوں سے کم بھی نہیں کیا جاتا ہے یہ عام قاعدۃ تو نہیں ہے البتہ ایسا ہوتا ہے۔

رسمِ لَبّ کی شرعی حکم: یہ رسم ایک اعتبار سے تو آزاد انسان کا بیع ہے، وہ اس لحاظ سے جب لڑکی کے اولیاء لڑکے والوں سے رقم وصول کرتے ہیں تو اس کے بعد لڑکی والے نکاح کے موقعے پر لڑکی مہر کے حوالے سے کچھ بھی نہیں بول سکتے ہیں اور اسی طرح لڑکی کو بھی کوئی اختیار نہیں ہے کہ وہ مہر کا مطالبہ کرے اور اگر لڑکے والے مہر مقرر کرنے کے بعد مہر دینے سے انکار کریں یا دیا ہوا مہر واپس لے لیں تب بھی لڑکی والے اور خود لڑکی کو کچھ بھی کہنے کا اختیار نہیں ہے اس لئے کہ لڑکی والے جو لب کے نام سے رقم وصول کر چکے ہیں اس وقت انہوں نے لڑکی کا عوض وصول کیا ہے باوجود اس کے کہ لَبّ کے پیسے وہ خود کھاتے ہیں لڑکی بیچاری کو کچھ بھی نہیں دیتے، گویا کہ یہ ایک جانور ہے جو انسان کی صورت میں پیدا ہوئی ہے اب یہ اولیاء کا مال ہے جس طرح چاہیں تصرف کریں۔

تو اگر ہم لَبّ کو بیع قرار دیں تو آزاد انسان کو بیچنا کیسا ہے؟؛ قَالَ: " قَالَ اللَّهُ: ثَلاَثَةٌ أَنَا خَصْمُهُمْ يَوْمَ القِيَامَةِ: رَجُلٌ أَعْطَى بِي ثُمَّ غَدَرَ، وَرَجُلٌ بَاعَ حُرًّا فَأَكَلَ ثَمَنَهُ، وَرَجُلٌ اسْتَأْجَرَ أَجِيرًا فَاسْتَوْفَى مِنْهُ وَلَمْ يُعْطِ أَجْرَهُ

آپ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالی قیامت کے دن تین لوگوں کی طرف سے خود خصم بنیں گے وہ آدمی میری رضا کے لئے دیا اور پھر غداری کی، وہ آدمی جس نے آزاد انسان بیچ کر رقم کھایا ہو، اور وہ آدمی جس نے اجیر سے کام لے کر اس کی اجرت نہ دی ہو۔[39]

یعنی اس حدیث سے یہ بات واضح ہوگئی ہے کہ اگر کوئی شخص آزاد انسان کو بیچ کر اس کا ثمن کھاتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس پر سخت غضب ناک ہوتے ہیں اور قیامت کے دن اللہ تعالیٰ خود اس کا مدعی بنے گا، جس کے معاملے کا خود اللہ تعالیٰ مدعی ہو وہ کتنا پڑا معاملہ ہو گا۔

يعني انتفع به على أي وجه كان وخص الأكل لأنه أخص المنافع وذلك لأن من باع حرا فهو غاصب لعبد الله الذي ليس لأحد غير الله عليه سبيل فالمغصوب منه خصم الغاصب

یعنی کسی بھی طریقہ سے اس سے نفع حاصل کیا، اکل کو اس لئے خاص کیا ہے کہ یہ خاص منافع ہے، اور جو آزاد انسان کو بیچتا ہے وہ اللہ کے بندوں کا غاصب ہے اور بندوں پر اللہ کے علاوہ کسی کا حق نہیں کہ اس پر تصرف کریں اس وجہ سے مغصوب منہ غاصب سے جھگڑا کرے گا۔[40]

علامہ ابن عابدین لکھتے ہیں

أَنَّ بَيْعَ الْحُرِّ بَاطِلٌ ابْتِدَاءً وَبَقَاءً لِعَدَمِ مَحَلِّيَّتِهِ لِلْبَيْعِ أَصْلًا بِثُبُوتِ حَقِيقَةِ الْحُرِّيَّةِ

آزاد آدمی کا بیع باطل ہے ابتداء وبقاء دونوں اعتبار سے اصلاً آزاد ہونے کی وجہ سے وہ محل بیع ہی نہیں ہے،[41]

اس میں یہ خرابی تو واضح ہوتی ہے کہ بچی کے رشتہ کرنے سے پہلے بچی کے اولیاء اسی انتظار میں ہوتے ہیں کہ زیادہ سے زیادہ لوگ آئیں اور رشتہ مانگیں اور پھر جب لوگ آتے ہیں تو یہ نہیں دیکھا جاتا ہے کون سا رشتہ اچھا ہے خاندانی اعتبار سے اور تقوی کے لحاظ سے، نہیں یہ چیز نہیں دیکھی جاتی ہے بلکہ وہاں دیکھنے والی چیز یہ ہوتی ہے کہ بچی کے اولیاء کو کون زیادہ پیسہ دیتا ہے بس اولیاء کو پیسوں سے غرض ہوتا ہے نہ

بخاری محمد بن اسماعیل،الجامع الصحیح، باب اثم من باع حرا،ج۳،ص۸۲۔[39]

: زین الدین محمد مدعو بعبدالرؤوف بن تاج العافین ،فیض القدیرشرح الجامع الصغیر،ج۳،ص۳۱۵۔[40]

: ابن عابدین محمد امین بن عمر ردالمحتار علی درالمختار دارالفکر بیروت۱۹۹۲،ج۱۹،ص [41] ۲۲۵

کہ بچی کے ہونے والے شوہر سے کوئی سروکار رہے وہ جیسا ہو دیکھا جائے گا بسا اوقات ایسا ہوتا ہے، ایک دین دار اور سلجھے انسان کو پیسہ ہونے کی وجہ سے رشتہ نہیں دیتے اور ایک بدمعاش کو رشتہ ملتا ہے کیونکہ اس کے پاس اولیاء کو دینے کے لیے پیسہ ہوتا ہے۔

اور اگر کوئی کہے کہ یہ آزاد انسان کی بیع نہیں ہے کیونکہ اس میں جب لڑکی کا شوہر فوت ہو جائے یا اس لڑکی کو اس کے سسرال والے وارث ہونے کا دعوا نہیں کرتے اور یہ لڑکی واپس اپنے اولیاء کے پاس آتی ہے، لہذا بیع میں ایسا نہیں ہوتا ہے، کیونکہ غلام یا لونڈی کے مالک کے مرنے بعد مالک کے ورثاء اس غلام اور لونڈی کا وارث ہیں۔

تو یہاں پر بات کافی مشکل ہوتی ہے آیا یہ بیع ہے کہ نہیں۔

اگر اس کو بیع کہا جائے تب تو نہ بیع جائز ہے اور نہ یہ پیسے کھانا جائز ہیں، اور بالفرض اس کو بیع مان بھی لیا جائے تو بھر اس لڑکی کو لونڈی کہنے پڑے گا اور خریدنے والا اس کا مالک بن جائے گا اور لونڈی کا مالک سے نکاح تو ہو نہیں سکتا ہے، لہذا اس کو بیع نہیں کہہ سکتے تو پھر یہ جو رقم لَب کے نام پر لیا ہے، نہ یہ مہر ہے اور نہ یہ ہدیہ ہے، اس لئے کہ مہر تو لڑکی کا حق ہے اور یہ رقم لڑکی کو بھی نہیں دیا جاتا ہے اس وجہ سے یہ مہر تو نہیں ہو سکتا ہے، اور اس کو ہدیہ بھی نہیں کہہ سکتے ہدیہ تو کوئی اپنی خوشی سے دیتا ہے اور وہ کسی چیز کا بدل نہیں ہوتا، جبکہ لَبّ تو بدلِ رشتہ ہوتا ہے اور لَبّ نہ دینے کی صورت میں رشتہ نہیں ملتا ہے، اور لڑکے والوں رقم نہ دینے کی صورت میں مجبور کیا جاتا ہے،

تو یہ نہ مہر ہے اور نہ ہدیہ ہے تو اس رشوت کو رشوت کا نام دینا پڑے گا،

رشوۃ کی تعریف: رشوت کے مختلف تعریات میں سے ایک تعریف اس طرح کی گئی ہے

ما يؤخذ بغير عوض ويعاب أخذه.

رشوت وہ ہے جو بغیر عوض کے لیا جائے اور اس کے لینے کو معیوب سمجھا جائے۔[42]

هي ما يُعطى لقضاء مصلحة أو لإبطال حق، أو لإ

دوسری تعریف: رشوت وہ ہے جو قاضی کو کسی مصلحت کے لئے یا کسی کے حق کو باطل کرنے یا باطل حق کو ثابت کرنے کیلئے دیا جائے،[43]

لعن رسول الله صلى الله عليه و سلم الراشي والمرتشي

آپ ﷺ نے رشوت دینے اور رشوت لینے والے دونوں پر لعنت کی ہے[44]

اور دوسری روایت میں ہے کہ "الرَّاشِي وَالْمُرْتَشِي فِي النَّار" رشوت دینے والا اور رشوت لینے والا دونوں جہنمی ہیں۔[45]

وَلَوْ أَخَذَ أَهْلُ الْمَرْأَةِ شَيْئًا عِنْدَ التَّسْلِيمِ فَلِلزَّوْجِ أَنْ يَسْتَرِدَ

اور اگر لڑکی والوں رخصتی کے وقت لڑکے والوں سے کچھ لیا ہے تو شوہر کو چاہئے کہ وہ اس کو لوٹانے مطالبہ کرے اس لئے کہ یہ رشوت ہے۔[46]

:عطی ہ بن محمد سالم،الرشوۃ،الجامعہ الاسلامیہ المدینہ المنورۃ،ج۱،ص۱۲۵۔[42]

: أسامة بن سعيد القحطاني موسوعة الإجماع في الفقه الإسلامي دار الفضيلة للنشر والتوزيع، الرياض ‘ج۱،ص۷۹۔[43]

:ابوداؤد سلیمان بن اشعث،سنن لابی داؤد، مکتبۃ دارالفکر ،باب فی کراھیۃ الرشوۃ،ج۲،ص۳۲۴۔[44]

[45] :البزار أبو بكر أحمد بن عمرو بن عبد الخالق، مسند البزار البحر الزخار، مكتبة العلوم والحكم المدينة المنورة 2009،ج۸،ص۱۴۸۔

53 ابن عابدین زين الدين بن إبراهيم بن محمد، (المتوفى: 970هـ) البحر الرائق شرح كنز الدقائق، دار الكتاب الإسلامي،باب المہر ،ج۳،ص۲۰۰۔

مفتی کفایت صاحب لکھتے ہیں لڑکی کے اولیاء کا لڑکے والوں سے کچھ روپیہ علاوہ مہر کے لے کر نکاح کرنا رشوت ہے اور رشوت لینا حرام ہے، اور اس روپئے کو جو لڑکے والوں سے لیا ہے رشوت ہونے کی وجہ سے کسی کار خیر میں استعمال کرنا جائز نہیں ہے، اس سے کوئی اجر نہیں ملتا ہے اور یہ لڑکے والوں کو واپس کرنا چاہئے۔[47]

اوپر بحر الرائق کی عبارت اور مفتی کفایت اللہ صاحب کے فتوی سے یہ بات واضح ہو گئی ہے کہ لڑکی والوں کا لڑکے والوں سے مہر کے علاوہ پیسے لیکر رشتہ دینا یہ رشوت کی ایک صورت ہے اور رشوت قبیح و ناجائز کام ہے لہذا ڈیرہ بگٹی میں رائج رسم لبّ قطعی پور پر ناجائز اور حرام ہے اس سے اجتناب کرنا ضروری ہے۔

رسم نمبر۳

۔ماذلافی /ماث لافی (جنین)

ماذلافی /ماث لافی اس کا لفظی معنی ہے جنین۔

عملی صورت

ماذلافی کی عملی صورت یہ ہے کہ جب وٹہ سٹہ اور لب کی صورت نہ بن رہی ہو تو پھر ماذلافی کا مطالبہ کیا جاتا ہے اور وہ اس طرح ہوتا ہے کہ جو شخص اپنی بیٹی یا بہن کسی کو رشتے مین دیتا ہے تو وہ کہتا ہے کہ میں مفت میں رشتہ نہیں دیتا اس کے بدلے میں اپنی ہونے والی بیوی سے جو بیٹی پیدا ہو گی وہ میری ہو گی اس بچی کا رشتہ جہاں میں چاہوں کروں یہ لڑکا آج جس کو رشتے کی ضرورت ہے اس نے تین چیزوں میں سے ایک چیز ضرور دینا پڑے گا، (۱) پیسے دیکر رشتہ حاصل کرنا، اگر پیسہ نہ ہو تو (۲) وٹہ سٹہ کے لئے کوئی لڑکی اس کے پاس ہونی چاہئے کہ وہ یہ لڑکی دیکر اپنے لئے رشتہ حاصل کر، اگر وٹہ سٹہ کے لئے اس کے پاس کوئی لڑکی نہیں ہے تو تیسرا راستہ اس لڑکے کے پاس یہی ہے کہ (۳) یہ اپنے ہونے والی بچیاں آج کے اس رشتے کے بدلے میں دینے کا وعدہ کرے اور یہ آج بظاہر سستا سودا ہے اس وجہ سے یہ اس کو ترجیح دیتا ہے، اس کی کئی صورتیں بنتی ہیں۔

۱) کچھ پیسے دیتے ہیں اور ایک یا دو ماذلافی دینے کا معاہدہ کرتے ہیں۔

۲) پیسے کچھ بھی نہ دے سکے تو پھر ماذلافی زیادہ ہوتے ہیں۔

اور اسکی دوسری صورتیں یہ ہوتی ہیں کہ کبھی صرف اس لڑکی کے پیٹ سے پیدا ہونے والی بچیوں کا معاہدہ کرتے ہیں جس لڑکی سے آج اس کا رشتہ طے پا رہا ہے،

اور کبھی لڑکے کے صلب سے جو بھی بچی پیدا ہوں گی ان سب کا معاہدہ ہوتا ہے کہ وہ اس کو دیے جائیں گے، اور کبھی اس لڑکے کے بھائیوں کی بچیاں بھی معاہدے میں شامل ہوتی ہیں۔

---

[47]: مفتی کفایت اللہ دہلوی، کفایت المفتی، دارالاشاعت کراچی۲۰۰۱، ج۵، ص۱۰۹۔

اسی طرح ماذلافی بچی کی پیدائش سے پہلے خریدے جاتے ہیں جب وہ پیدا ہوتی ہیں تو پھر خریدنے والے اس بچی کو اپنے کسی بیٹے کے نام منسوب کرتے ہیں اور جب یہ بچی بالغ ہوتی ہے تو اسکا نکاح کیا جاتا ہے لڑکی سے نکاح کے دن رسمی طور پر رائے لی جاتی ہے مگر اس رائے کی کوئی اہمیت نہیں ہوتی ہے کیوں کہ پہلی بات تو یہ ہے کہ بچی کو پتہ ہوتا ہے کہ اگر میں نے اس لڑکے کو قبول نہیں کیا تو بھی مجھے زبردستی اسی کے حوالے کیا جائے گا کیونکہ انکار کرنے پر لڑکی پر جبر کی جاتی ہے اور پھر لڑکی کو یہ خوف بھی ہوتا ہے اگر انکار کیا تو خواہ مخواہ بے عزتی ہوجائے گی تو بچاری اپنی رائے قربان کرکے کڑوا گھونٹ پی لیتی ہے بعد میں چاہئے زندگی جیسا گزرے اس کی پرواہ نہیں کرتی ہیں،

ماذلافی کی شرعی حکم۔

اس رسم سے ملتی جلتی ایک رسم دور جاہلیت میں عرب میں پائی جاتی تھی، وہ اس طرح تھی کہ بچی کے پیدائش سے پہلے اس کے رشتے کی باتیں شروع ہوتی تھیں چھوٹی چھوٹی چیزوں کے عوض کسی سے بچی کا رشتہ کرتے تھے اس حوالے سے امام ابوداوٗدؒ نے اپنی سنن ابوداوٗد میں پوراباب باندھاہےبَابٌ فِي تَزْوِيجِ مَنْ لَمْ يُولَدْ

مذکورۃ باب کے تحت چند احادیث مروی ہیں ایک حدیث کا خلاصہ یہ ہے

حضرت میمونہ بنت کردمؓ کے والد نے حجۃ الوداع کے موقع پر اسلام قبول کرنے بعد آپ ﷺ کے کو ایک واقعہ سنایا کہتے ہیں میں جیش عثران کے نام سے ایک جنگ میں شریک ہوا وہاں طارق بن مرقع نامی کے ایک شخص نے مجھ سے کہا مجھے ایک نیزہ دو اس کے بدلے، میں تجھے اپنی بیٹی تیرے نکاح میں دونگا جب وہ پیدا ہوگی کردمؓ کہتے ہیں میں اس کو اپنا نیزہ دیا اور طارق چلا گیا جب مجھے معلوم ہوا کہ طارق کے ہاں بیٹی پیدا ہوئی ہے اور پھر جب وہ لڑکی جوان ہوئی تو میں اس کے پاس گیا میں نے اس کو کہا میری بیوی لے آؤ تو طارق نے قسم کھائی کہ میں اس وقت تک اپنی بیٹی تجھے نہیں دونگا جب تک تو نیا مہر ادا نہیں کرے گا اور میں قسم کھائی کہ میں نیا مہر نہیں دونگا، آپ ﷺ نے یہ سن کر کہا اس لڑکی کو جانے دو وہ دور جاہلیت کی رسم تھی[48]۔

جس طرح اوپر حدیث میں موجود ہے کہ عرب معمولی سی چیزوں کے بدلے بچی کی ولادت سے پہلے کسی سے اس کے رشتے کا وعدہ کرتے تھی اسی طرح ہمارے معاشرے میں بھی ہوتا ہے، کہ ایک بندے کا کسی پر ماذلافی مقرر ہوتا ہے تو اس کو اگر پیسوں کی ضرورت ہوتی ہے تو وہ کسی کو کہتا ہے کہ مجھے اتنے پیسے دو تو میں اس کے بدلے میں فلاں کی ماذلافی تجھے دونگا اس پر میرے اتنے ماذلافی ہیں تو کبھی کبھار بیس پچیس ہزار میں بیچے جاتے ہیں۔

یہ وہی رسم ہے جو دور جاہلیت میں عربوں کے ہاں رائج تھی ویسے بلوچ قبائل میں اس رسم کے علاوہ بھی دوسری کئی ایسے رسومات پائے جاتے ہیں جو دور جاہلیت میں عرب کے ہاں تھے اور یہ بات بھی بعید از قیاس نہیں ہے کہ یہ رسم بھی انہیں عربوں سے منتقل ہوئی ہو اور پھر عربوں میں تو رسولِ خدا ﷺ نے رسومات جاہلیت ختم کردی ہیں مگر یہاں کے لوگوں نے تو احکام اسلام کو پوری طرح قبول نہیں کیا اور اپنے آباءاجداد سے جاری رسومات کو مزید جاری رکھا اسکی بڑی وجہ شاید یہ ہوگی کہ یہاں اسلامی تعلیمات پوری طرح نہیں پہنچے اور لوگوں نے کلمہ تو پڑھ لیا مگر قدیم رسومات جاری رہے۔

---

[48] :ابوداؤد سلیمان بن اشعث السجستانی ،سنن ابی داؤد، المکتبہ العصریۃ صیدا بیروت،باب فی تزویج من لم یولد،ج۲،ص ۲۳۳

بہر حال اس رسم کے آنے کے اسباب جو بھی ہوں مگر اسکی خرابی اور شناعت بہت زیادہ ہیں جس کی وجہ سے عورتوں کے حقوق بری طرح متاثر ہوتے ہیں یہ آزاد انسانوں کی ایک طرح کا ناجائز کاروبار ہے اسلام میں اسکی کوئی گنجائش نہیں ہے، معاشرے سے اس رسم کو ختم کرنا چاہئے۔

ماذلافی کی معاشرتی خرابیاں۔

اس رسم کی معاشرتی خرابیوں میں سے ایک خرابی یہ ہے کہ جب بچی پیدا ہوتی ہے اس وقت اس کے والدین کے دل میں اگر اپنی بچی سے محبت ہو اور وہ چاہتے ہوں کہ اپنی بچی کا کسی اچھے گھرانے کے اچھے لڑکے سے رشتہ کرائیں تو یہ نہیں کرسکتے کیوں کہ سرداری رواج کے خلاف کچھ نہیں کرسکتے ہیں۔

رسم نمبر۴

۔خونی بانہ (بدل صلح)۔

عملی صورت

قاتل مقتول کے ورثاء کو دیت کے طور پر لڑکیاں دیتا ہے مقتول کے ورثاء اس بچی پر ظلم کے وہ داستان رقم کرتے ہیں شاید یہ بچیاں انکے پاس جانے سے زندہ دفنائے جانے کو ترجیح دیں وہ اس لئے کہ جب مقتول کے ورثاء ایسی بچیوں کو نکاح کرکے لے جاتے ہیں تو انکا جینا دوبھر کردیتے ہیں ایسی لڑکیوں کو والدین اور بھائی بہنوں سے ملنے کی اجازت بھی نہیں دیتے ہمیشہ مار پیٹ اور طعنے برداشت کرتی رہتی ہیں جرم کسی اور کا ہوتا ہے بھگتنا ان معصوم بچیوں کو پڑتا ہے۔

شرعی حکم

قرآن پاک سے خونی بانہ کی حرمت

نہ کردہ گناہ کی سزا صنف نازک کو دینا کسی ظلم عظیم سے کم نہیں ہے شاید ان لڑکیوں کے لئے یہی گناہ کافی ہے کہ وہ لڑکی کی صورت میں اس گھر میں کیوں پیدا ہوئی ہیں وَلَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِزْرَ أُخْرَى- کوئی شخص دوسرے کا بوجھ نہیں اٹھائے گا۔[49]

اس آیت میں واضح طور پر بتایا گیاہے کہ کسی شخص کو دوسرے شخص کے جرم میں سزا نہیں دی جائے گی ہر کوئی اپنے کام کا ذمہ دار خود ہوگا۔أَنَّ النُّفُوسَ إِنَّمَا تُجَازَى بِأَعْمَالِهَا إِنْ خَيْرًا فَخَيْرٌ، وَإِنْ شَرًّا فَشَرٌّ، وَأَنَّهُ لَا يُحْمَلُ مِنْ خَطِيئَةِ أَحَدٍ عَلَى أَحَدٍ-

ہر نفس کو اس کے اعمال کا بدلہ دیا جائے گا اگر اچھے اعمال کئے تو اچھا بدلہ اور برا کیا تو برا بدلہ کسی کے خطاء کسی دوسرے پر نہیں ڈالے جائیں گے۔[50]

حدیث سے خونی بانہ کی حرمت:

49: الاسراء ۱۵،۱۵:

50: ابن کثیر ابوالفداء اسماعیل بن بن کثیر،تفسیر القرآن العظیم،دارطیبۃ للنشروالتوزیع،۱۹۹۹

لاَ تَرْجِعُوا بَعْدِي كُفَّارًا يَضْرِبُ بَعْضُكُمْ رِقَابَ بَعْضٍ ، وَلاَ يُؤْخَذُ الرَّجُلُ بِجَرِيرَةِ أَبِيهِ ، وَلاَ بِجَرِيرَةِ أَخِيهِ.

تم میرے بعد کفر کی طرف نہ لوٹنا کہ تم ایک دوسرے کے گردن مارتے رہو اور کو باپ اور بھائی گناہ کی سزا نہ دی جائے گی۔[51]

جب ایک شخص کو اسکے باپ اور بھائی کے گناہ کی سزا سے آپ ﷺ نے منع کیا ہے تو کس طرح یہ روا ہو سکتا ہے کہ ایک معصوم بچی کو عمر بھر کیلئے کسی اور کی گناہ کی وجہ سے سزا دی جائے؟ یقیناً اس بیچاری پر ایسا کرنا ظلم عظیم ہے اور یہ کسی صورت بھی روا نہیں ہے۔

الصلح جائز بین المسلمین، إلا صلحاً حرم حلالاً، أو أحل حراماً، والمسلمون علی شروطهم، إلا شرطاً حرم حلالاً، أو أحل حراماً آپ ﷺ نے فرمایا ہے کہ دو مسلمانوں کے درمیاں صلح جائز ہے سوائے ایسے صلح کے جس میں حرام کو حلال اور حلال کو حرام بنایا جارہا ہو، مسلمان اپنے مابین شرائط پر عمل کریں سوائے ایسے شرائط کے جس میں جس شرط کے ذریعے سے حلال کو حرام اور حرام کو حلال قرار دیا جارہا ہو۔[52]

خونی بانہ کی حرمت فقہ اسلامی کی روشنی میں۔

وَكَذَا إِذَا صَالَحَ عَلَى عَبْدٍ، فَإِذَا هُوَ حُرٌّ؛ لَا يَصِحُّ الصُّلْحُ؛ اور اسی طرح اگر غلام دیکر صلح کیا بعد میں پتہ چلا وہ تو آزاد ہے تو یہ صلح صحیح نہیں ہے۔[53]

اس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ اس رسم کے تحت بچیوں باندی کے درجے میں رکھ کر مخالف فریق کے حوالے کیا جاتا ہے آزاد انسان بیچنے والے کے بارے میں آپ ﷺ نے فرمایا ثلاثۃ انا خصمهم یوم القیامۃ اور ان میں سے ایک اس آدمی کے خلاف جس نے آزاد آدمی کو بیچ کر ثمن کھایا ہو[54]۔

خلاصہ کلام یہ ہے کہ خونی بانہ کی رسم جاہلانہ اور درندگی ہے انسانی معاشرہ پر سیاہ دھبہ ہے اور شریعت کی رو سے بھی ظلم اور ناجائز ہے۔

خونی بانہ کی معاسرتی نقصانات

- ❖ جو لڑکیاں خون کے بدلے دی جاتی ہیں وہ ہمیشہ ظلم و جبر کا شکار رہتی ہیں
- ❖ ایسی لڑکیوں کو ان کے والدین سے ملنے کی اجازت نہیں دی جاتی ہے
- ❖ مقتول کے ورثاء ان کو جانوروں جیسا سلوک کرتے ہیں جسکی وجہ سے میاں بیوٰ ایک دوسرے کو دشمن سمجھنے لگتے ہیں
- ❖ بسا اوقات یہ لڑکیاں زندگی سے تنگ آکر خودکشی کر لیتی ہیں۔

اسے معلوم ہوا اہے کہ یہ ایک قبیح اور حرام رسم ہے اس کو ختم ہونا چاہیے

51- بزار ابوبکر احمد بن عمرو، مسندالبزار مکتبۃ العلوم والحکم مدینۃ المنورۃ ۲۰۰۹، ج۵،ص۳۳۴

52- ترمذی محمد بن عیسی سنن الترمذی ، باب ماذکر عن رسول اللہ ﷺ فی الصلح بین الناس،

53- الکاسانی علاء الدین ابوبکر بن مسعود ، بدائع الصنائع فی ترتیب الشرائع دارالکتب العلمیۃ ۱۹۸۶،ج۶،ص۴۲

54- بخاری محمد بن اسماعیل الصحیح البخاری، باب اثم من باع حرا،ج۳،ص۸۲

رسم نمبر ۵

۔وکیلی براث وگھار (وکیلی بھائی بہن)

ڈیرہ بگٹی میں نکاح موقع پر لڑکی والوں کے مطالبے پر لڑکے والوں میں سے کسی ایک مرد کو دلہن کا وکیلی بھائی بنایا جاتا ہے اور یہی دلہن اس مرد کی بہن قرار دی جاتی ہے دلہن دائیں پیر میں اپنے حیقیقی بھائی کا جوتا اور بائیں پیر میں وکیلی بھائی کا جوتا پہنتی ہے اس کے بعد یہ غیر محرم مرد حقیقی بھائی کی طرح تصور کیا جاتا ہے یہ وکیلی بہن بھائی ایک دوسرے کے غمی وخوشی میں شریک ہوتے ہیں ان کے درمیان پردہ بھی نہیں ہوتا ہے جس طرح عرب میں منہ بولے بیٹے کو حقیقی بیٹے کی طرح سمجھا جاتا تھا بالکل یہی معاملہ وکیلی بہن بھائی کا ہے، اگر اس عورت کا شوہر فوت ہو جائے یا اس لڑکی کو طلاق دے تو وکیلی بھائی اس سے نکاح نہیں کر سکتا یا کم از کم معیوب تو سمجھا جاتا ہے۔

وکیلی براث وگھار کا شرعی حکم

وکیلی براث وگھار (منہ بولے بھائی بہن) کے نام سے کوئی رسم قرآن حدیث سے نہیں ملتی ہے البتہ اس کا مشابہ رسم منہ بولے بیٹے کی صورت میں موجود تھا جس میں وہ تمام مسائل پائے جاتے تھے جو منہ بولے بہن بھائی میں موجود ہیں منہ بولے بیٹے کو محرم سمجھتے تھے اسی طرح منہ بولے بہن بھائی کو بھی محرم کا درجہ دیتے ہیں۔

منہ بولے بیٹے کی رسم کے بارے میں قرآن پاک میں ارشاد ہے

وَمَا جَعَلَ أَدْعِيَاءَكُمْ أَبْنَاءَكُمْ ذَلِكُمْ قَوْلُكُم بِأَفْوَاهِكُمْ وَاللَّهُ يَقُولُ الْحَقَّ وَهُوَ يَهْدِي ا

منہ بولے بیٹے کو تمہارے بیٹے نہیں بنایا گیا یہ تمہارے منہ کے باتیں ہیں اللہ حق کہتا ہے اور وہ سیدھا راستے کی طرف ھدایت دیتا ہے، [55]

جو معاملہ منہ بولے بیٹے کا تھا جس کو قرآن نے رد کیا ہے وہی معاملہ وکیلی بہن بھائی کا ہے جس طرح منہ بولے بیٹے کے بارے اللہ تعالی نے ذَلِكُمْ قَوْلُكُم بِأَفْوَاهِكُمْ فرما کر اس رسم کا خاتمہ کر کے فرمایا ادْعُوهُمْ لِآبَائِهِمْ ان کو اپنے آباء کی نسبت سے پکارنے کا اعلان کیا بعینہ یہی معاملہ آج ہمارے معاشرے میں منہ بولے بہن بھائی کا ہے عرب بھی منہ بولے بیٹے سے پردہ نہیں کیا کرتے تھے اور اس کو محرم سمجھتے تھے جو کہ حقیقت میں غیر محرم تھا اسی طرح بگٹی قبائل میں منہ بولے بہن بھائی کو محرم کا درجہ دیتے ہیں جو کہ حقیقت اس کے برخلاف ہے۔

محرمات کی فہرست عبداللہ بن عباسؓ ان الفاظ میں بیان کیا ہے۔

قَوْله تَعَالَى : ''حُرِّمَتْ عَلَيْكُمْ أُمَّهَاتُكُمْ ''إِلَى قَوْله تَعَالَى : ''وَبَنَاتُ الْأُخْت''قَالَ : حَرَّمَ اللہُ هَذه السَّبْعَ منْ النَّسَب وَمنْ الصِّهْر سَبْعٌ ، ثُمَّ قَالَ : ''كتَاب اللہ عَلَيْكُمْ وَأُحلَّ لَكُمْ مَا وَرَاءَ ذَلكُمْ '' مَا وَرَاءَ هَذَا النَّسَبِ ، ثُمَّ قَالَ : ''وَأُمَّهَاتُكُمْ اللَّاتِي أَرْضَعْنَكُمْ وَأَخَوَاتُكُمْ منْ الرَّضَاعَة ''۔

---

[62] الاحزاب ۴:۲۰۔

فرماتے ہیں کہ جو نسب کی وجہ سے محرمات ہیں وہ یہی سات ہیں جو قرآن میں مذکور ہیں اور اسی طرح سات ہیں جو سسرالی ہیں اور پھر رضاعت کی وجہ سے جو محرمات ہیں[56]۔

وکیلی بہن بھائی نہ نسبی محرمات میں سے ہیں اور نہ سسرالی اور نہ رضاعی محرمات میں سے ہیں پس یہ لوگوں کا اختراع ہے اور اس اختراع کی شرعی اعتبار سے کوئی حقیقت نہیں ہے تو یہ غیر محرم ہیں انکے درمیان پردہ ضروری ہے۔

حدیث سے وکیلی بہن بھائی کی رسم

أن عبد الله بن عمر قال : ما كنا ندعوه إلا زيد بن محمد حتى نزل القرآن '' ادعوهم لآبائهم هو أقسط عند الله''.

حضرت عبداللہ بن عمرؓ فرماتے ہیں کہ ہم زیدؓ کو زید بن محمد کہا کرتے تھے یہاں تک قرآن کی یہ آیت نازل ہوئی کہ ان کو انکے آباء کی نسبت سے پکارو یہی اللہ کے ہاں عدل والی بات ہے[57]

جس طرح منہ بولا بیٹا حقیقت میں بیٹا نہیں بن سکتا اسی طرح منہ بولا بھائی بھائی نہیں بن سکتا اور منہ بولی بہن بہن نہیں بن سکتی ہے۔

وکیلی بھائی سے پردہ کا حکم

وَقُلْ لِلْمُؤْمِنَاتِ يَغْضُضْنَ مِنْ أَبْصَارِهِنَّ وَيَحْفَظْنَ فُرُوجَهُنَّ وَلَا يُبْدِينَ زِينَتَهُنَّ إِلَّا مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَلْيَضْرِبْنَ بِخُمُرِهِنَّ عَلَى جُيُوبِهِنَّ وَلَا يُبْدِينَ زِينَتَهُنَّ إِلَّا لِبُعُولَتِهِنَّ أَوْ آبَائِهِنَّ أَوْ آبَاءِ بُعُولَتِهِنَّ أَوْ أَبْنَائِهِنَّ أَوْ أَبْنَاءِ بُعُولَتِهِنَّ أَوْ إِخْوَانِهِنَّ أَوْ بَنِي إِخْوَانِهِنَّ أَوْ بَنِي أَخَوَاتِهِنَّ أَوْ نِسَائِهِنَّ أَوْ مَا مَلَكَتْ أَيْمَانُهُنَّ أَوِ التَّابِعِينَ غَيْرِ أُولِي الْإِرْبَةِ مِنَ الرِّجَالِ أَوِ الطِّفْلِ الَّذِينَ لَمْ يَظْهَرُوا عَلَى عَوْرَاتِ النِّسَاءِ وَلَا يَضْرِبْنَ بِأَرْجُلِهِنَّ لِيُعْلَمَ مَا يُخْفِينَ مِنْ زِينَتِهِنَّ وَتُوبُوا إِلَى اللَّهِ جَمِيعًا أَيُّهَ الْمُؤْمِنُونَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ

(اے نبی) مؤمنات سے کہ دو کہ اپنی نگاہیں نیچی رکھیں اور اپنی شرم گاہوں کی حفاظت کریں اور اپنی بناؤ سنگھار ظاہر نہ کریں مگر جو اس میں سے ظاہر ہو جائے، اور اپنی اوڑھنیاں اپنے گریبان پر ڈالے رکھیں اور اپنی زینت ظاہر نہ کریں مگر اپنے خاوندوں کے لئے، یا باپوں، اپنے خاوندوں کے باپوں، یا اپنے بیٹوں، یا اپنے خاوندوں کے بیٹوں، اپنے بھائیوں، یا اپنے بھتیجوں، یا اپنے بھانجوں، یا اپنی عورتوں، یا ان کے لئے جن کے مالک ان دائیں ہاتھ بنے ہوں، یا تبع رہنے والے مردوں کے لئے جو شہوت والے نہ ہوں، یا ان لڑکوں کے لئے جو عورتوں کی بردے کی باتوں سے واقف نہ ہوں، اور اپنے پاؤں زمین پر نہ ماریں تاکہ ان کی وہ زینت معلوم نہ ہوں جو وہ چھپاتی ہیں اے مومنو تم سب اللہ کی طرف توبہ کرو تاکہ تم کامیاب ہو جاؤ۔[58]

اس آیت میں وہ تمام محرم رشتے ذکر کئے گئے ہیں جو پردہ سے مستثنیٰ ہیں اس کے علاوہ تمام مرد غیر محرم ہے بشمول وکیلی بھائی کے ان سے پردہ کرنا قرآن کا حکم ہے۔

جگہ ارشاد ہے

يَاأَيُّهَا النَّبِيُّ قُلْ لِأَزْوَاجِكَ وَبَنَاتِكَ وَنِسَاءِ الْمُؤْمِنِينَ يُدْنِينَ عَلَيْهِنَّ مِنْ جَلَابِيبِهِنَّ ذَلِكَ أَدْنَى أَنْ يُعْرَفْنَ فَلَا يُؤْذَيْنَ وَكَانَ اللَّهُ غَفُورًا رَحِيمًا۔

---

[56] جصاص احمد بن علی الحنفی، احکام القرآن للجصاص باب مایحرم من النساء ،ج۱،ص۱۶۳۲۔

[57] بخاری ابو عبداللہ محمد بن اسماعیل ،الجامع الصحیح البخاری،باب ادعوهم لآباءهم ج۶،ص۱۱۶۔

[58] النور(۱۸:۳۱):

اے نبی (ﷺ) اپنی ازواج مطھرات اور بیٹیوں اور مؤمن عورتوں سے کہدیں کہ وہ اپنے (چہروں) پر چادر ڈالا کریں یہ اس سے زیادہ قریب ہے کہ پہچانے جائیں پھر نہ ستائی جائیں اور اللہ بخشنے والا اور رحم کرنے والا ہے۔[59]

وکیلی بہن بھائی بنانے کے معاشرتی نقصانات

وکیلی بہن بھائی کے بہت سارے نقصانات میں سے ایک نقصان یہ ہے کہ ایک غیر محرم مرد وعورت کو محرم رشتے کا خود ساختہ درجہ دیا جاتا ہے جس میں بے پردگی تو ہوتی ہی ہے مگر اس بے پردگی کے فطری نتیجہ بے حیائی کی صورت میں نکلتی ہے حال ہی میں ایک واقعہ پیشہ آیا تھا جس میں ایک لڑکی کے وکیلی بھائی نے اپنے کسی دوست کے ساتھ مل کر ناجائز تعلقات بنائے اور بعد میں اسی وکیلی بھائی نے لڑکے آشنا سے مل کر لڑکی شوہر زہر کھلا کر قتل کر دیا اس کے بعد دونوں قبائل حالات بگڑ گئے پھر مقتول شوہر اور کاروکاری کے صلح کیلیئے باون لاکھ اور دو لڑکیاں بدل صلح دیئے اور وکیلی بہن بھی وہاں کے رواج کے مطابق قوم بدر کی گئی ہے اب یہ لڑکی عمر بھر اپنے والدین سے مل نہیں سکتی ہے

اگر وکیلی بھائی بہن کا رسم نہ ہوتا شاید ایسے واقعہ پیش نہ آتے۔

یہ ایک بری رسم ہے اس کو ختم کرنے کی ضرورت ہے۔

رسم نمبر ٦

۔رسم پشتی (سفید چادر کی رسم)

عملی صورت۔

ڈیرہ بگٹی میں یہ رسم ہے کہ سھاگ لڑکے والے دلہا اور دلھن کو ایک سفید چادر حوالہ کرتے ہیں وہ اسی چادر کو اپنے بستر پر بچھا دیتے ہیں اگلی صبح کو اس چادر کو دیکھا جاتا ہے اگر اس پر خون کے دھبے ہوئے تو لڑکی کو کنواری سمجھا جاتا ہے اور اگر نہ ہوں تو لڑکی کو بدکار سمجھ اس کو طلاق دی جاتی ہے اور کچھ لوگ تو غیرت کے نام پر لڑکی کو قتل بھی کرتے ہیں

یہ رسم ہندوؤں کا رسم ہے جو کہ کنجر بھٹ فرقہ کے ہاں قدیم زمانے رائج ہے چونکہ تقسیم ہند سے پہلے ڈیرہ بگٹی میں ہندو بڑی تعداد میں موجود تھے اور پاکستان آزاد ہونے کے وقت بگٹی قبائل کے سرداروں نے ان ہندوؤں کے تحفظ فراہم کر کے وہاں رہنے کی اجازت دی تو بگٹی قبائل نے یہ رسم انہی ہندوں سے سیکھا ہے۔

یہ رسم تمام قبائل میں نہیں ہے اور جن قبائل میں ہے ان میں سے بھی تعلیم یافتہ لوگوں نے ترک کی ہے علمائے کرام کی محنتوں سے کافی حد تک متروک ہو گئی ہے۔

رسم پشتی کی شرعی حکم

يَاأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اجْتَنِبُوا كَثِيرًا مِنَ الظَّنِّ إِنَّ بَعْضَ الظَّنِّ إِثْمٌ وَلَا تَجَسَّسُوا

---

[59] : الاحزاب(۲۲:۵۹)

اے ایمان والو بہت سے ظن سے اجتناب کرو بیشک کچھ گمان گناہ ہوتے ہیں اور ایک دوسرے کی ٹوہ میں نہ لگ جاؤ[60]

أي لا تتبعوا عورات المسلمين ومعايبهم يقال تجسس الأمر إذا تطلبه وبحث عنه تفعل من الجس وعن مجاهد خذوا ما ظهر ودعوا ما ستر الله وقال سهل لا تبحثوا عن طلب معايب ما ستره الله على عباده

اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں کہ تم مسلمانوں کی چھپے ہوئے عیوب کی تلاش میں نہ رہو اور اسی کو تجسس الامر کہا جاتا ہے جب اس کی طلب میں لگے اور اس کی طلاش میں لگے اس کام کو الجس کہتے ہیں مجاھد لکھتے ہیں جو ظاہر ہے اس کو لے لو جس کو اللہ نے چھپایا ہے اس کو چھوڑو اور سہل کہتے ہیں ان عیوب کی تلاش نہ کرو جس کو اللہ نے چھپا رکھا ہے[61]

إِيَّاكُمْ وَالظَّنَّ، فَإِنَّ الظَّنَّ أَكْذَبُ الحَدِيثِ » بدگمانی سے بچو پس گمان ہی جھوٹی بات ہے[62]

قرآن کی دوسری واضح آیت ہے جس میں اللہ تعالی نے بیان کیا ہے

وَالَّذِينَ يَرْمُونَ الْمُحْصَنَاتِ ثُمَّ لَمْ يَأْتُوا بِأَرْبَعَةِ شُهَدَاءَ فَاجْلِدُوهُمْ ثَمَانِينَ جَلْدَةً وَلَا تَقْبَلُوا لَهُمْ شَهَادَةً أَبَدًا وَأُولَئِكَ هُمُ الْفَاسِقُونَ

اور جو لوگ پاکدامن عورتوں پر تہمت لگاتے ہیں اور پھر چار گواہ نہ لا سکیں تو ان کو اسی کوڑے لگاؤ اور انکی گواہی ہمیشہ کیلئے قبول نہ کرو اور یہی فاسق لوگ ہیں۔

جب کسی کے بدچلن ہونے کیلیے چار گواہ لازمی ہیں تو محض شک کی بنیاد پر کسی کو بدنام کرنا اور انکے ٹوہ میں لگنے کے واسطے کپڑا اچھانا اور صبح وہی خون لوگوں کو دکھانا کہاں کی انسانیت ہے؟ جب کہ نبی کریم ﷺ نے تو فرمایا ہے **إِنَّ مِنْ أَشَرِّ النَّاسِ عِنْدَ اللهِ مَنْزِلَةً يَوْمَ الْقِيَامَةِ، الرَّجُلَ يُفْضِي إِلَى امْرَأَتِهِ، وَتُفْضِي إِلَيْهِ، ثُمَّ يَنْشُرُ سِرَّهَا**

قیامت کے دن اللہ کے ہاں سب سے انسان وہ ہو گا جو رات اپنے زوج کے ساتھ گزارے اور صبح کو وہی باتیں اپنے دوستوں یا سہیلیوں کو بتائے۔[63]

اور یہی شخص صبح سفید کپڑے پر لگے خون کے دھبے لوگوں کو دکھاتا پھرے گا اس سے زیادہ افشاء سر المرآۃ کی کونسی صورت ہو سکتی ہے۔

علامہ ابن عابدین لکھتے ہیں

فَمَنْ زَالَتْ بَكَارَتُهَا بِغَيْرِ جِمَاعٍ كَوَثْبَةٍ، أَوْ دُرُورِ حَيْضٍ، أَوْ حُصُولِ جِرَاحَةٍ، أَوْ تَعْنِيسٍ: بِأَنْ طَالَ مُكْثُهَا بَعْدَ إِدْرَاكِهَا فِي مَنْزِلِ أَهْلِهَا حَتَّى خَرَجَتْ عَنْ عِدَادِ الْأَبْكَارِ فَهِيَ بِكْرٌ حَقِيقَةً وَحُكْمًا .

جس کی بکارۃ بغیر جماع کے مثلا چھلانگ لگانے سے یا حیض آنے کی وجہ سے یا کسی زخم کی وجہ سے زیادہ دیر تک شادی نہ ہونے کے سبب یہاں تک کہ وہ باکرۃ کی شمار نہیں ہونے لگتی ہے لیکن پھر بھی وہ باکرۃ شمار ہو گی۔[64]

60: الحجرات:۱۲:۲۶

61: النسفی ابوالبرکات عبداللہ بن احمد ، مدارک التنزیل وحقائق التاویل، دارالکلم الطیب بیروت،ج۳ ص۲۹۰

62: بخاری ابوعبداللہ محمد بن اسماعیل،الصحیح البخاری،ج۴،ص۴

63: مسلم بن حجاج ،الصحیح المسلم ، دار احیاء التراث العربی بیروت ،باب تحریم افشاء سرالمرآۃ،ج۲،ص۱۰۶۰

64: ردالمحتار علی درالمختار داراحیاء التراث العربی ج۲،ص۳۰۲

صاحب هدایہ لکھتے ہیں

وَإِذَا زَالَتْ بَكَارَتُهَا بِوَثْبَةٍ أَوْ حَيْضَةٍ أَوْ جِرَاحَةٍ أَوْ تَعْنِيسٍ فَهِيَ فِي حُكْمِ الْأَبْكَارِ لِأَنَّهَا بِكْرٌ حَقِيقَةً لِأَنَّ مُصِيبَهَا أَوَّلُ مُصِيبٍ لَهَا۔

اور جب بکارت کسی چھلانگ یا حیض یا کسی زخم یا زیادہ دیر شادی نہ ہونی کی وجہ سے زائل ہوگئی تو یہ باکرہ کے حکم میں ہوگی کیونکہ یہ حقیقۃ باکرہ ہی ہے کیوں کہ اس تک پہنچنے والا آدمی پہلا پہنچنے والا ہے۔[65]

مفتی غلام الرحمن فرماتے ہیں

عورت کی بکارت زائل ہونے کے متعدد وجوہ ہیں مثلاً کھیل، کود، دوڑنا، زخم، اور عرصہ دراز تک کنواری رہنا، وغیرہ لہذا بکارت کے نہ ہونے مذکورہ مطلب لینا صحیح نہیں، شوہر کو بد اعتمادی کا کوئی حق حاصل نہیں ہے۔[66]

خلاصہ یہ ہے کہ پردہ بکارت کے زائل ہونے سے یہ لازم نہیں ہوتا کہ وہ لڑکی بدکار ہے اور اس کے جانچنے کیلئے سفید چادر بچھائی جائے، اور اگر خون نہ نکلے تو اس لڑکی کو زانیہ سمجھ کر طلاق دی جائے یہ سارے اپنے بنائے ہوئے رسومات ہیں شریعت نے نہ اس کا حکم دیا اور نہ اس کی کوئی اہمیت ہے، بلکہ اس کے نتائج خلاف شرع ہیں اس وجہ سے بھی یہ ناجائز ہے۔

رسم پشتی کے معاشرتی نقصانات

رسم یہ رسم سراسر بے بیہودگی پر مبنی ہے ایک شوہر رات کو اپنی اھلیہ کے ساتھ گزارتا ہے صبح کو سفید کپڑے پر لگے دھبے لوگوں دکھاتا پھرتا ہے،

اس سے لوگوں میں حیاء و شرم ختم ہو جاتی جو یہ فطری چیز ہے،

اس رسم میں دوسری خرابی یہ ہے کہ ایک عورت کی پردہ بکارت اگر کسی دوسرے عارضہ کی وجہ زائل ہو اور سہاگ رات کو کپڑے پر دھبے نہ لگیں تو یہ پاک دامن بچی پر بد چلنی کا الزام آتا ہے

پہلی بات تو یہ کہ ایسی لڑکی کو شوہر کاروکاری کے الزام میں قتل کرتا ہے اور اگر قتل نہ بھی کیا تو طلاق دیتا ہے اور اگر کوئی کڑوا گھونٹ پی لے طلاق نہ دے تو عمر بھر شوہر بد ظن رہتا ہے کہ ان کی بیوی بد چلن ہے۔

یہ ایک بری رسم ہے اس کو ختم ہونا چاہئے۔

رسم نمبر ے

ثیبہ عورت کا جبری نکاح کا رسم:

عملی صورت۔

---

[65] : ابو عبداللہ محمد بن محمد البنایۃ شرح الهدایۃ کتاب النکاح باب الاولیاء والاکفاء ،دارالفکر ، ج ۳ ، ص ۲۷۰۔

[66] :مفتی غلام الرحمن، فتاوی عثمانیۃ العصر اکیڈمی پشاور ،ج۵،ص۸۲۔

ویسے تو ڈیرہ بگٹی میں رشتہ کے حوالے سے لڑکا اور لڑکی دونوں سے رضامندی معلوم کرنا ایک عجیب سی بات ہوتی ہے کیونکہ وہاں والدین اپنی مرضی سے سب کچھ طے کرتے ہیں اور اگرچہ لڑکا اور لڑکی اندر سے کتنا ہی زیادہ اس رشتے کو ناپسند کرتے ہیں مگر منہ سے کچھ نہیں کہہ سکتے مگر خاص کر لڑکی وہ ویسے بھی شرم وحیا کے مارے انکار کرنا تو دور کی بات ہے وہ اظہار رائے کی استطاعت بھی نہیں رکھتی ہے کیونکہ کیونکہ وہاں کی رسم رواج کے مطابق لڑکیوں سے پوچھنا اور ان کی مرضی کے مطابق رشتہ کرنے خاندانی عزت و ناموس کی منافی سمجھا جاتا ہے، تو جبری نکاح کی مختلف صورتیں ہوتی ہیں ان میں سے چند درج ذیل ہیں -

۱-بچی کی پیدائش سے پہلے بچی کے رشتہ طے کرنے کا حق ان کے والدین کسی اور کو دیتے ہیں جب بچی بیدا ہوتی ہے تو بچی تو کیا انکے والدین کو بھی یہ حق حاصل نہیں ہوتا ہے کہ وہ اپنی مرضی سے بچی کا رشتہ کریں، جس طرح اوپر ذکر ہو چکا ہے کہ یہ دور جاہلیت میں عرب کے ہاں رواج تھا اور پھر آپ ﷺ نے جس طرح طارق بن مرقع کی بیٹی کے رشتہ (جو کہ بچی کے پیدائش سے پہلے نیزہ کے بدلے رشتہ طے ہوا تھا) کے بارے میں کردمؓ سے فرمایا اس لڑکی کو جانے دو وہ دور جاہلیت کا رسم تھا اور اس طرح عرب میں اس قبیح رسم کا خاتمہ کیا مگر وہی مکروہ رسم ڈیرہ بگٹی میں اب تک رائج ہے، بس بچیاں جب پیدہ ہوتی ہیں تو انکے قسمت کے فیصلے ان کے والدین ان کے پیدا ہونے سے پہلے کر چکے ہوتے ہیں اور یہ حقیقت ہے اولاد کے ساتھ جو قدرتی اُنس و محبت ہے وہ انکے پیدا ہونے کے بعد والدین کے دل میں گھر کرتا ہے جبکہ یہ رشتہ اس وقت طے ہوتا ہے کہ وہ بچی ابھی تک پیدا ہی نہیں تو اس کے والد ان کے رشتے کسی ایسے آدمی کے ساتھ بھی کر لیتا ہے جو بچی کی پیدائش کے بعد وہ اس فیصلے پر سخت نادم ہوتا ہے مگر اب پچھتائے کیا ہوت جب چڑیاں چگ گئیں کھیت، اب خاندانی رسومات کی وجہ سے انکار بھی نہیں کر سکتا اب عمر بھر کی سزا بچی نے برداشت کرنی ہے مگر اس بے زبان کو پہلے تو انکار کا حق حاصل نہیں، اور بالفرض وہ انکار کے لئے منہ کھول بھی دے تو سنتا کون ہے؟ اس مجبوری کے تحت جبری نکاح کے رسم کا راج ہے۔

۲۔ اکثر لڑکوں اور لڑکیوں کے رشتے اس وقت طے ہوتے ہیں جب ان کو صحیح اور غلط کا پتہ نہیں ہوتا ہے، اور جب یہ سنِ بلوغت کو پہنچتے ہیں تو اب ان کو چوں چرا اں کی اجازت نہیں ہوتی کہ وہ والدین کے طے کردہ رشتوں سے انکار کریں کرنا بھی نہیں چاہئے مگر والدین اپنا فریضہ بھول جاتے ہیں کہ وہ حدیث رسول ﷺ کے مطابق بالغ ہونے کہ بعد اولاد سے ان کی مرضی بھی معلوم کریں، بس خاندانی رسومات کو حرف آخر سمجھ کر سب بے بس ہوتے ہیں رسومات کے خلاف بغاوت کون کرے؟ اسلام کا تو صرف کلمہ پڑھ لیا باقی عمل تو شاید کسی اور کی ذمہ داری ہے۔

۳۔ بیوہ عورتیں بسا اوقات دوسری شادی سے یہ کہہ کر انکار کرتی ہیں کہ میں اپنی پہلے بچوں کے ساتھ رہوں گی دوسری شادی نہیں کرنا چاہتی مگر وہ لاکھ چلائے اس کی ایک بھی نہیں سنی جائے گی، اور بیوہ کو دوسری شادی کے بغیر اپنے بچوں کے ساتھ رہنے کو خاندانی غیرت کے منافی سمجھا جاتا ہے، اس وجہ سے بیوہ کی نکاح اس کے عدم رضامندی کے باوجود کی جاتی ہے۔

جبری نکاح کی شرعی حکم۔

اسلام میں زبردستی شادی کی اجازت نہیں ہے قرآن مجید میں ارشاد ہے

فَانْكِحُوا مَا طَابَ لَكُمْ مِنَ النِّسَاءِ۔

تم ان عورتوں سے نکاح کرو جو تمہیں پسند ہوں (حلال بھی ہوں)[67]

اس آیت میں فرمایا کہ جو عورتیں تمہیں پسند ہوں ان سے شادی کرو اسی طرح عورتوں کیلئے بھی یہی حکم ہے کہ وہ اپنی شریک حیات کیلئے جس سے رضامند ہوں انہیں سے ان کی شادی کرنی چاہئے اور اس حوالے سے انکی رضا معلوم کرنا ضروری ہے آپ ﷺ نے فرمایا

«لاَ تُنْكَحُ الأَيِّمُ حَتَّى تُسْتَأْمَرَ، وَلاَ تُنْكَحُ البِكْرُ حَتَّى تُسْتَأْذَنَ

آپ ﷺ نے فرمایا غیر شادی شدہ کا نکاح اس سے پوچھے بغیر نہ کی جائے اور کنواری کا نکاح اس کی اجازت کے بغیر نہ کیا جائے۔[68]

معلوم ہوا قرآن و حدیث میں زبردستی نکاح کی گنجائش نہیں ہے لڑکا اور لڑکی دونوں کی رضامند ہونا ضروری ہے اگر دونوں میں سے ایک بھی رضامند نہ ہو تو نکاح نہیں ہو سکتا ہے۔اس لئے اس حوالے سے رسومات کے دائرے سے نکل کر اسلام کی تعلیمات کے مطابق لڑکا اور لڑکی سے انکی مرضی معلوم کی جائے اور ان کو اظہار رائے کی کھلی آزادی ہو گی تو تب یہ ممکن ہو سکتا ہے کہ لڑکا اور لڑکی کی رضامندی معلوم ہو جائے گا۔

اوپر حدیث میں یہ بات بھی معلوم ہوا ہے کہ بیواہ عورت سے یہ پوچھا جائے کہ کیا وہ شادی کرنی چاہتی بھی ہے کہ نہیں اگر وہ نکاح کرنا چاہتی ہے تو اس کے بعد جہاں اور جس رشتہ سے رضامند ہو وہیں انکی شادی کی جائے، اور اگر وہ کہی ہیں کہ میں نے شادی نہیں کرنی تو کسی کو یہ حق حاصل نہیں کہ وہ زبردستی شادی کر دیں۔

آپ ﷺ نے فرمایا۔

الْأَيِّمُ أَحَقُّ بِنَفْسِهَا مِنْ وَلِيِّهَا

غیر شادی شدہ عورت اپنے بارے میں زیادہ حق رکھتی ہے اپنے ولی سے۔[69]

اس حدیث سے یہ بھی واضح ہوا ہے کہ بیواہ عورت اپنے بارے میں خود فیصلے کا حق رکھتی ہے اس کے اولیاء کو یہ حق نہیں ہے کہ وہ اس پر زبردستی کریں۔

عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ وَمَجْمَعٍ ابْنَيْ يَزِيدَ الأَنْصَارِيَّيْنِ عَنْ خَنْسَاءَ بِنْتِ خِدَامٍ الأَنْصَارِيَّةِ أَنَّ أَبَاهَا زَوَّجَهَا وَهِيَ ثَيِّبٌ فَكَرِهَتْ ذَلِكَ فَجَاءَتْ رَسُولَ اللَّهِ - صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ - فَذَكَرَ ذَلِكَ لَهُ فَرَدَّ / نِكَاحَهَا.

حضرت خنساء بنتِ خِدام انصاریہؓ بیان کرتی ہیں ان کے والد نے ان کی شادی کر دی جبکہ وہ بیوہ تھی، مگر اُنہیں یہ شادی ناپسند تھی۔ سو وہ نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو گئیں اور آپ ﷺ نے اُنکا نکاح منسوخ فرمایا دیا۔[70]

آپ ﷺ نے لڑکی کی مرضی کے خلاف باپ کا کیا ہوا نکاح منسوخ فرما کر لڑکی پسند کو ضروری قرار دے دی اور یہ حدیث نبوی ﷺ جبری شادی کے رسم کو ختم کرنے کا اعلان ہے.

:النساء(۳:۴)67

:بخاری ابوعبداللہ محمد بن اسماعیل ،الجامع الصحیح،دار طوق النجاۃ،باب لاینکح الاب وغیرۃ البکر،ج۷،ص۱۷۔68

:ابوالحسن مسلم بن حجاج ، الصحیح للمسلم،دار احیاءالتراث العربی بیروت، باب استئذان الثیب فی النکاح،ج۲،ص۱۰۳۷۔69

:الخطیب البغدادی ابوبکر احمد بن علی ،الاءسماء المبھمۃ فی الابناء مکتبہ الخانجی القاھرہ ۱۹۹۷،حدیث الخنساءج۱ص۴۲۱۔70

اس کے علاوہ اس باب میں دیگر متعدد احادیث وارد ہوئی ہیں۔

ولا يجوز للولي إجبار البكر البالغة على النكاح

اور ولی کے لئے یہ جائز نہیں کہ وہ باکرۃ بالغہ کو نکاح پر مجبور کریں[71]

(وَلَا تُجْبَرُ بِكْرٌ بَالِغَةٌ عَلَى النِّكَاحِ)،

باکرہ بالغہ کو نکاح پر مجبور نہیں کیا جائے گا۔[72]

فقہ حنفی کے ان دونوں عبارات سے واضح ہوتا ہے کہ باکرہ بالغہ کو نکاح پر مجبور کرنا قطعی طور پر جائز نہیں ہے البتہ اس کے بعد دوسری بحث یہ ہے کہ آیا اگر کسی نے کسی لڑکی کو جبراً قبول کرواکر نکاح کیا تو اس نکاح کا کیا حکم ہے آیا کہ وہ معقد ہوگی کہ نہیں۔

فقہاء احناف کے نزدیک باکرہ بالغہ عورت پر جبر کرنا جائز نہیں ہے اور اگر ایسا کیا تو پھر وہ نکاح منعقد ہوگا دلیل آپ ﷺ کی یہ حدیث ہے آپ ﷺ نے فرمایا ہے

ثَلَاثٌ جَدُّهُنَّ جَدٌّ، وَهَزْلُهُنَّ جَدٌّ: النِّكَاحُ، وَالطَّلَاقُ، وَالرَّجْعَة

تین امور جن میں سنجیدگی بھی سنجیدگی شمار ہوگی اور مزاق بھی سنجیدگی سمجھا جائے گا، وہ نکاح، طلاق اور رجوع کرنا۔[73]

مولانا رشید انور اعظمی لکھتے ہیں

اگر کسی عورت کو جبر اکراہ کے ذریعے سے نکاح پر مجبور کیا گیا اور عورت نے دباؤ قبول کرکے اجازت دے دی تو تو یہ نکاح منعقد ہو جائے گا۔[74]

خلاصہ کلام:

اسلام ایک ایسا دین ہے کہ اس میں افراط و تفریط کو ناپسند کیا جاتا ہے اسی طرح جہاں اسلام نے خواتین کو اپنی پسند سے شادی کا حق دیا ہے وہاں اولیاء کا بھی ایک مقام ہے اور اولیاء کی مرضی کا بھی خیال رکھنا ضروری قرار دیا ہے مگر بدقسمتی سے ہمارے معاشرے کی ایسی حالت ہے یہاں اولیاء اپنی مرضی چلانے پر بضد ہوتے ہوئے اولیاء کا حق غصب کرتے ہیں اور ان سے یہ رائے بھی نہیں لیتے کہ آیا یہ اس رشتے سے مطمئن بھی ہیں کہ نہیں، اور اسی طرح جہاں اولیاء نے بچوں کو پسند کی شادی کی اجازت دی ہے وہاں پھر اولاد دوسرے انتہاء پر جاکر اولیاء کو درمیان سے نکال دیتے ہیں ان کی اجازت ورائے بھی معلوم نہیں کرتے، الغرض ہر ایک شاکی ہے کہ ان کے رائے کو اہمیت نہیں دی جاتی ہے۔

جہاں اسلام مرد خواتین کو اپنی مرضی کی شادی اجازت دی وہاں اولیاء سے مشاورت بھی ضروری قرار دی ہے

اور جہاں مشاورت ضروری قرار دی وہاں اولیاء کو جبر سے منع بھی کیا ہے۔

بیوہ سے جبری نکاح کے نقصانات۔

---

[71] : القدوری ابوالحسن احمد بن محمد ،المختصر القدوری،ص۹۰۔

[72] :زیلعی عثمان بن علی الحنفی، تبیین الحقائق شرح کنز الدقائق، المطبعۃ الکبری الامریہ ، ۱۳۱۳، باب الاولیاء ،ج۲،ص۱۱۸۔

[73] :ابوداؤد سلیمان بن اشعث السجستانی،سنن لابی داؤد المکتبہ العصریہ بیروت،ج۲،ص۲۵۹۔

[74] :مولانا خورشید انور اعظمی جبری شادی کا شرعی حکم،ایفاپبلیکیشنز انڈیا ،ص ۹۳

یہ بیوہ عورتیں اکثر تو دوسری شادی کے بجائے اپنے پہلے شوہر سے جو انکی اولاد ہے ان کے ساتھ رہنے کی خاہش رکھتی ہیں کیونکہ ان کو پتہ ہوتا ہے کہ دوسرے شوہر نے میرے پہلے والے شوہر جو اولاد ہے ان کا خیال نہیں رکھنا ہے اس وجہ سے وہ دوسری شادی سے انکار کرتی ہے اور کم سے کم وہ دوسرے ایسے شوہر کی تلاش میں ہوتی ہے کہ ایسا خدا ترس شوہر مل جائے جو میرے بچوں کا خیال رکھے ان کی پرورش کرے،

مگر اولیاء اس بیوہ کو انکی مرضی کی شادی کی اجازت نہیں دیتے ،بلکہ جبری نکاح کرواتے ہیں ، جسکی وجہ سے عمر بھر یہ عورتیں اپنی اولیاء کو بد دعائیں کرتی رہتی ہیں۔

اس رسم کو ختم کرنے کی ضرورت ہے۔

رسم نمبر۸

شادی "گیت گانا) ہالوءرواج (بیاہ کے موقعے پر

رسم ہالو کی عملی صورت۔

شادی بیاہ یا کسی بھی خوشی کے موقعے پر بچیاں اور عورتیں اپنے بھائی یا بہن وغیرہ کا نام لیکر ایک خاص قسم کی گیت ترنم کے ساتھ گاتی ہیں۔

رسم ہالو کی شرعی حیثیت۔

حدیث میں ررشاد ہے:

أنها زفت امرأة إلى رجل من الأنصار فقال نبي الله صلى الله عليه و سلم (يا عائشة ما كان معكم لهو ؟ فإن الأنصار يعجبهم اللهو)

انصار کی ایک دلہن کو اس کے شوہر کے حوالے کرنے موقعے پر آپ ﷺ نے حضرت عائشہؓ سے پوچھا تمہارے پاس لھو کوئی چیز ہے؟ اور فرمایا انصار لھو کو پسند کرتے ہیں۔[75]

وسلم قَالَ: " مَا فَعَلَتْ فُلَانَةُ؟ - لِيَتِيمَةٍ كَانَتْ عِنْدَهَا - "، فَقُلْتُ: أَهْدَيْنَاهَا إِلَى زَوْجِهَا، قَالَ: " فَهَلْ بَعَثْتُمْ مَعَهَا بِجَارِيَةٍ تَضْرِبُ بِالدُّفِّ وَتُغَنِّي؟

حضرت عائشہ ؓ فرماتی ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا جو یتیم لڑکی تمہارے پاس تھی ان کے ساتھ کیا ہوا تو میں نے کہا ہن وہ ان کے شوہر کے ہدیہ کیا ہے تو آپ ﷺ نے پوچھا کیا کیا اس ن کے ساتھ بچیاں بھیجی ہیں جو دف بجاتیں اور اشعار گاتیں؟۔۔۔الحدیث۔[76]

---

[75]: بخاری محمد بن اسماعیل،الجامع الصحیح،دار ابن کثیر بیروت۱۹۸۷،باب النسوة اللاتی یھدین،ج۲،ص۱۹۸۰۔

[76]: صھیب عبدالجبار،الجامع الصحیح للسنن و امسانید،باب الدف،ج۹،ص۳۶۶۔

و عَنْ عَامِرِ بْنِ سَعْدٍ قَالَ: دَخَلْتُ عَلَى قَرَظَةَ بْنِ كَعْبٍ , وَأَبِي مَسْعُودٍ الْأَنْصَارِيِّ - رضي الله عنهما - فِي عُرْسٍ , وَإِذَا جَوَارٍ يُغَنِّينَ (1) فَقُلْتُ: أَنْتُمَا صَاحِبَا رَسُولِ اللهِ صلى الله عليه وسلم وَمِنْ أَهْلِ بَدْرٍ , يُفْعَلُ هَذَا عِنْدَكُمْ؟ , فَقَالَا: اجْلِسْ إِنْ شِئْتَ فَاسْمَعْ مَعَنَا, وَإِنْ شِئْتَ فَاذْهَبْ , " قَدْ رُخِّصَ لَنَا فِي اللَّهْوِ عِنْدَ الْعُرْسِ " (2)

عامر بن سعد فرماتے ہیں کہ قرظہ بن کعب اور اور ابو مسعود انصاری کے پاس گیا وہ شادی کے ایک تقریب میں بیٹھے ہوئے تھے اور بچیاں گا رہی تھیں تو میں ان کو کہا تم دو صحابی رسول اور بدر میں شرکت کرنے والے اور تمہارے پاس یہ کام؟ انہوں نے کہا چاہیں تو ہمارے ساتھ بیٹھ کر سنیں ورنہ چلے جائیں ہمیں آپ ﷺ نے اس کی اجازت دی ہے۔[77]

وَمِنْ الْمَشَايِخِ مَنْ أَجَازَ الْغِنَاءَ فِي الْعُرْسِ أَلَا تَرَى أَنَّهُ لَا بَأْسَ بِضَرْبِ الدُّفِّ فِيهِ إعْلَانًا لِلنِّكَاحِ

اور ہمارے مشائخ میں سے بھی بعض نے شادی کے موقع پر گانے کی اجازت دی ہے، اس لئے کہ آپ ﷺ نے شادی کے موقع پر اعلان کے لئے دف بجانے کی اجازت دی تھی۔[78]

مذکورہ احادیث اور فقہی آراء سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ شادی کے موقعے پر اشعار ترنم کے ساتھ گانے کی اجازت ہے البتہ اس میں غیر محرم مردوں سے اختلاط نہ ہو اور اسی طرح اشعار شرکیہ بھی نہ ہوں اور ان کے ساتھ کوئی سونگ بھی نہ ہو تب جائز ہے اور خاص کر اگر یہ اشعار چھوٹی بچیاں گا رہی ہوں تب تو کوئی کراہت بھی نہیں ہے اور یہی صورت ہمارے علاقے میں رائج ہے البتہ اس میں ایک پہلو قابل اعتراض ضرور ہے وہ یہ ہے کہ یہ اشعار عورت گھر ایک اندر گا رہی ہوتی ہیں اور ان کی آواز بسا اوقات اونچی ہو جاتی ہے جہاں پر مردوں کا مجمع ہوتا ہے ان عورتوں کی آوازیں وہاں سنائی دیتی ہیں، اور یہ ناجائز صورت ہے اگر اس سے اجتناب کیا جائے تو پھر اس خوشی کے موقعے پر غیر شرکیہ اشعار گانے میں کوئی کراہت نہیں ہے واللہ اعلم بالصواب۔

رسم نمبر ۹۔

ٹکرء رواج (دلہا و دلہن کا آپس میں سر ٹکرانے کی رسم):

عملی صورت: اس رسم کی عملی صورت یہ ہے کہ ایجاب و قبول کے بعد لڑکی والے دلہا اور دلہن سے مطالبہ کرتے ہیں کہ وہ ایک دوسرے سے سر ٹکرائیں یہ رسم کو حصول برکت سمجھ کر سر انجام دیا جاتا تھا اب اکثر لوگوں نے اس کو ترک کیا ہے لیکن بعض لوگ ابھی بھی اس پر عمل پیرا ہیں۔

شرعی حکم: اس رسم کے جواز و عدم جواز کے حوالے سے قرآن و سنت میں کوئی صراحت نہیں ہے اور نہ یہ قرآن و سنت کے کسی صریح حکم سے ٹکراتا ہے زیادہ سے زیادہ یہی کہہ سکتے ہیں یہ لغو کام ہے اور لغو کاموں کے لئے آپ ﷺ کا فرمان ہے **''من حسن إسلام المرء تركه ما لا يعنيه''** مذہب اسلام کا حسن یہ ہے کہ بندہ بے مقصد کاموں کو ترک کر دے۔[79]

: صهيب عبدالجبار، الجامع الصحيح للسنن و امسانيد، باب الدف، ج۹، ص۳٦٦۔[77]

: زیلعی عثمان بن علی الحنفی، تبیین الحقائق شرح کنز الدقائق، المطبعۃ الکبری الامریہ، ج۱۲، ص[78] ۲۷۱

: ابوداؤد سلیمان بن اشعث السجستانی، سنن لابی داؤد المکتبہ العصریہ بیروت، ۱، ص۴۔[79]

توضرورت اس بات کی ہے کہ ایسے خود ساختہ رسومات کے قیود سے نکل کر سادی سی شریعت اور صاف شفاف اسلام کے اصول کو اپنایا جائے تو نہ ذہن میں کوئی تردد رہے گا اور نہ بیجا تکلفات کی ضرورت ہو گی۔

رسم نمبر ۱۰

ولیمہ رخصتی سے پہلے کا رواج: ڈیرہ بگٹی کے تمام قبائل میں ولیمے کا کھانا پہلے ہوتا ہے ایجاب و قبول اور نکاح کے دیگر کارروائی بعد میں سرانجام دیئے جاتے ہیں جب کہ رخصتی سات دن بعد ہوتی ہے۔

ولیمہ کا مسنون وقت:

بعض ولیمہ کا اصل وقت توشبِ زفاف کے بعد ہے البتہ اگر رخصتی کے بعد شبِ زفاف سے پہلے ولیمہ کر لیا گیا تب بھی سنت ادا ہو جائے گی، بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ ﷺ نے حضرت زینبؓ کے نکاح کا ولیمہ شبِ زفاف کے بعد کیا تھا، اور بعض روایات سے معلوم ہوتا کہ شبِ زفاف سے پہلے کیا تھا اور یہ بھی حقیقت ہے کہ ولیمہ کے لئے آپ ﷺ نے کوئی وقت مقرر نہیں کی ہے اور نہ اس بارے میں ائمہ کرام نے کوئی خاص وقت کی تعیین کی یہ بلکہ اس کو ہر علاقے اور ہر قوم کے رسم کے مطابق رہنے دیا ہے۔

یجوز ان یولم بعد النکاح، او بعد الرخصۃ، او بعد ان یبنی بھا والثالث ھو الاولی۔

جائز ہے کہ نکاح کے بعد ولیمہ کیا جائے، یا رخصتی کے بعد، یا شبِ زفاف کے بعد یہ تیسری بات یعنی شبِ زفاف کے بعد والی اولی ہے۔[80]

دوسری روایت

وقت الولیمۃ عند العقد او بعدہ او عقبہ، او عند الدخول، او عقبہ، وھذا امر یتوسع فیہ حسب العرف والعادۃ، وعند البخاری انہ النبی ﷺ دعا القوم بعد الدخول بزینب۔

ولیمہ کا وقت عقد کا وقت ہے یا عقد کے بعد یا اس سے بھی بعد یا دخول کے وقت، یا دخول کے بعد، اور اس معاملے میں وسعت ہے عرف و عادت کی وجہ سے، اور بخاری کے نزدیک آپ ﷺ نے زینبؓ سے دخول کے بعد قوم کو مدعو کیا ہے۔[81]

جب کہ سنت رسول ﷺ سے یہ ثابت ہے کہ ولیمے کا کھانا رخصتی کے بعد دوسرے دن کھلایا جاتا تھ و عَنْ عَامِرِ بْنِ سَعْدٍ قَالَ: دَخَلْتُ عَلَى قَرَظَةَ بْنِ كَعْبٍ ا **دَعَا أَبُو أُسَيْدٍ السَّاعِدِيُّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي عُرْسِهِ، وَكَانَتِ امْرَأَتُهُ يَوْمَئِذٍ خَادِمَهُمْ، وَهِيَ العَرُوسُ،**

حضرت ابو اسید الساعدی نے اپنی شادی کے ولیمہ میں آپ ﷺ کو دعوت دی اور ان (ابو اسیدؓ) کی بیوی دلہن تھی اور ان کی خدمت کر رہی تھی۔[82]

اس روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ یہ دعوت عقد نکاح اور رخصتی کے بعد ہوا ہے۔

فيدخل وقت الوليمة بالعقد

بذالجهود كتاب الاطعمہ ،باب فی استحباب الولیمۃ للنکاح ،مطبع سھارن پور قدیم۔ج۴،ص۳۴۵۔[80]

:فقہ السنہ دارالکتب العربی ،ج۲،ص۲۱۰۔[81]

[82] :بخاری محمد بن اسماعیل،الجامع الصحیح،دارابن کثیربیروت، ۱۹۸۷ ،باب حق اجابۃ الولیمۃ ،ج۵،ص۱۹۸۴۔

فرماتے ہیں ولیمہ کاوقت عقد نکاح سے شروع ہوتا ہے۔[83]

مذکورہ روایات کی روشنی میں یہ بات معلوم ہوئی ہے کہ ولیمہ کے کیلئے کوئی خاص وقت مقرر نہیں ہے اس میں ہر قوم علاقہ کی رسم ورواج کے مطابق جو شادی کی خوشی اور شکرانے کے طور پر لوگوں کی دعوت کی جاتی ہے وہ ولیمہ شمار ہوگا، اسی طرح ڈیرہ بگٹی میں ولیمہ کی جو رسم ہے وہ یہ ہے کہ وہاں دو وقت کا کھانا کھلاتے ہیں پہلا کھانا عقد نکاح سے ایک دن پہلے کھلایا جاتا ہے اور دوسرا کھانا عقد نکاح کے صبح صبح کا کھانا ہوتا ہے کھانے سے فارغ ہونے کے فوراًبعد میں عقد نکاح ہوتا ہے اور رسم ڈیرہ بگٹی کے اقوام تمام قبائل میں رائج ہے تو رسم قرآن حدیث کے کسی واضح نص سے متعارض بھی نہیں ہے، کسی کو یہ غلط فہمی نہ ہو کہ آپ ﷺ کے عمل سے تو یہی معلوم ہوتا ہے کہ انہوں نے شبِ زفاف کے بعد ولیمہ کیے تھے، تو اس کے جواب میں یہی کہہ سکتے ہیں عرب میں جو ولیمے کا رسم ورواج تھا وہ اسی طرح تھا اور ہمارے بلوچ قبائل میں جو رسم ہے وہ عقد سے پہلے ہے، اس کا مطلب یہی ہے نکاح کی خوشی اور شکرانے کے طور پر دعوت مقصود ہوتا ہے اس کیلئے وقت مقرر نہیں ہے یہ ہر علاقہ اور ہر قوم کے عادات پر منحصر ہے کیونکہ یہ قاعدہ کہ العادۃ محکمۃ، لہذا اس میں کوئی قباحت نہیں ہے۔

واللہ اعلم بالصواب۔

رسم نمبر ۱۱۔

مہر کھانے کا رسم:

عملی صورت: ڈیرہ بگٹی کے دیہاتی علاقوں میں مہر کا جو رواج ہے عقدِ نکاح کے وقت لڑکی کے اولیاء کے سامنے ایک گائے یا بکری مہر کے طور پر مقرر کی جاتی ہے، جب تک اس عورت کا کوئی بچہ پیدا نہیں ہوتا اس وقت تک یہ جانور اس انہیں کے نام پر ہوتا ہے اور جب کوئی اولاد پیدا ہوتا ہے تو شوہر کہتا کہ بچے ہم دونوں کے مشترکہ ہیں اس وجہ سے اب مہر کے گائے بکریاں بیچ کر ان بچوں پر خرچ کرتے ہیں، زیادہ تر عورتیں تو خرچ کرنے کی اجازت دیتے ہیں، مگر کچھ خواتین اجازت نہیں بھی دیتی ہیں۔

شرعی حکم۔

مہر محض ایک نمائشی اور رسمی چیز نہیں ہے کہ بوقت عقد تھوڑا یا زیادہ مقرر کیا جائے اور بعد میں یا تو عورت کی منت سماجت کر کے معاف کروایا جائے، یا حیلے بہانے کر کے ہڑپ لیا جائے، بلکہ مہر عورت مالی اور شرعی حق ہے اور شوہر پر قرض ہے جس کا ادا کرنا فرض ہے

جس طرح دوسرے قرض لیکر معافی کی درخواست نہیں کی جاتی، بالکل مقررہ وقت پر ادا کیا جاتا ہے، اسی طرح مہر بھی ایک قرض ہے اور اس قرض کا ادا کرنا ضروری ہے،

وَأُحِلَّ لَكُمْ مَا وَرَاءَ ذَلِكُمْ أَنْ تَبْتَغُوا بِأَمْوَالِكُمْ مُحْصِنِينَ غَيْرَ مُسَافِحِينَ فَمَا اسْتَمْتَعْتُمْ بِهِ مِنْهُنَّ فَآتُوهُنَّ أُجُورَهُنَّ فَرِيضَةً وَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ فِيمَا تَرَاضَيْتُمْ بِهِ مِنْ بَعْدِ الْفَرِيضَةِ إِنَّ اللَّهَ كَانَ عَلِيمًا حَكِيمًا ۔

---

[83] فتاوی شبکۃ الاسلامیۃ ،باب وقت الولیمۃ والدخول،ج۲۱،۵۷۱۳۔

ان (محرمات کے ماسوا جتنی عورتیں ہیں، انہیں اپنے اموال کے حاصل کرنا تمہارے لیے حلال کر دیا گیا ہے بشرطیکہ عقد نکاح میں انہیں محفوظ کرو نہ یہ کہ آزاد شہوت رانی کرنے لگو پھر جو ازدواجی زندگی کا لطف تم ان سے اٹھاؤ اس کے بدلے ان کے مہر بطور فرض کے ادا کرو۔[84]

وَآتُوا النِّسَاءَ صَدُقَاتِهِنَّ نِحْلَةً فَإِنْ طِبْنَ لَكُمْ عَنْ شَيْءٍ مِنْهُ نَفْسًا فَكُلُوهُ هَنِيئًا مَرِيئًا -

اور عورتوں کا مہر خوش دلی سے ادا کرو، پھر اگر وہ اپنی مرضی سے کچھ واپس کریں تو تم اسے خوش دلی سے کھاؤ۔[85]

اس آیت میں شوہروں سے خطاب کیا جارہا ہے، ابن عباسؓ فرماتے ہیں

أَمَرَهُمُ اللَّهُ تَعَالَى بِأَنْ يَتَبَرَّعُوا بِإِعْطَاءِ الْمُهُورِ نِحْلَةً مِنْهُمْ لِأَزْوَاجِهِمْ.

اللہ تعالیٰ نے ان کو حکم کیا ہے کہ وہ مہر احسان اور خوش اسلوبی سے ادا کریں۔[86]

اور یہ بھی کہا گیا کہ دور جاہلیت میں لڑکی کے اولیاء لڑکی کا نکاح کرواتے تھے اگر یہ لڑکی ان کے گھرانے سے تعلق رکھتی تھی تو پھر مہر کچھ نہیں دیتے تھے، اور اگر لڑکی اجنبی ہوتی تھی تو صرف وہ اونٹ دیا جاتا تھا جس پر وہ سوار ہو کر آئی تھی۔[87]

اور مہر ادا نہ کرنے کا گناہ۔

مَنْ أَصْدَقَ امْرَأَةً صَدَاقًا، وَاللَّهُ يَعْلَمُ أَنَّهُ لَا يُرِيدُ أَدَاءَهُ إِلَيْهَا، فَغَرَّهَا بِاللَّهِ، وَاسْتَحَلَّ فَرْجَهَا بِالْبَاطِلِ، لَقِيَ اللَّهَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَهُوَ زَانٍ،

جس نے کسی عورت کا مہر مقرر کیا ہے اور اللہ جانتا ہے کہ وہ ادا کرنا نہیں چاہتا ہے اور اس نے اپنے اس فعل سے اللہ کے ساتھ دھوکہ کر کے باطل طریقے سے عورت کی شرم گاہ کو حلال کیا ہے تو قیامت کے دن اللہ تعالیٰ زانی ہونے کی حیثیت سے ملے گا۔[88]

مذکورہ حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ جو لوگ مہر مقرر کر کے یہی نیت کرتے ہیں کہ وہ ادا نہیں کریں گے یہ جہاں خواتین کے حق تلفی ہے تو وہاں اپنے اوپر بھی بڑا ظلم ہے کہ جو پوری زندگی میں گناہ کماتے رہتے ہیں البتہ علماء احناف کے نزدیک زنا سے مراد یہ ہے کہ جس طرح زنا گناہ ہے اسی طرح مہر نہ دینا بھی بڑا گناہ ہے اور فرماتے ہیں اس سے صحت نکاح پر اثر نہیں پڑتا مگر مہر شوہر کے اوپر واجب الادا ہے اور ادا نہ کرنے کی صورت میں شوہر گناہ گار ہے[89]، اللہ تعالیٰ ہر مسلمان کو اس سے محفوظ رکھے۔

مہر کھانے کے رسم کے نقصانات

اس رسم کے نقصانات میں سے ایک نقصان یہ ہے کہ یہ عورت محض ایک باندی کی طرح ہو جاتی ہے وہ کسی بھی مال کا مالکن نہیں ہوتی ہے مالی عبادات ادا کرنے کی استطاعت نہیں رکھ سکتی ہے،

---

[84]: النساء :۲۴:۴۔

[85]:النساء:۴:۴۔

[86]:قرطبی۔

[87]:قرطبی

[88]:ابن ابی شیبہ ابوبکر عبداللہ بن محمد،مسند ابن ابی شیبہ،دار الوطن،۱۹۹۷،ج۱،ص۳۲۳۔

[89]: مفتی کفایت اللہ دہلوی کفایت المفتی،دار الاشاعت،کراچی،۲۰۰۱،ج۵،ص۱۲۸۔

رسم نمبر ۱۲۔

رسم بجّاری:

عملی صورت: مہمانوں دعوت ولیمہ میں مدعو کیا جاتا ہے اور پھر کھانے کے بعد شادی والوں میں سے ایک شخص کے پاس رجسٹر ہوتا ہے جو جتنا دیتا ہے وہ لکھ لیا جاتا ہے اور پھر جب یہ مہمان اپنے کسی شادی میں اس کو بلاتے ہیں تو اسی امید کے ساتھ بلاتے ہیں کہ اتنا ہم نے اس کو دیا تھا وہ ہمیں اس سے زیادہ دیگا یا کم از کم اتنا تو ضرور دیگا جتنا ہم نے دیا تھا اور اکثر ایسا ہوتا ہے کہ یہ دوگنا کر کے دیتا ہے جس کی شادی ہوتی وہ اپنی شادی کا خرچہ مہمانوں سے وصول تو کرتا ہی ہے مگر کافی بچت بھی کرتا ہے، جو پیسہ نہ دے تو اس کو معاشرے میں حقارت کی نظروں سے دیکھا جاتا ہے، اور پھر دوبارہ کسی شادی میں اس کو دعوت نہیں دی جاتی ہے، خاص کر جو امیر لوگ تو اپنے غریب رشتہ داروں کو دعوت بھی نہیں دیتے ہیں کہ وہ پیسہ نہیں دے سکتا ہے تو اس کو بلائیں کیوں تو نتیجہ یہی نکلتا ہے کہ پیسے والوں کو دعوت دی جاتی ہے غریبوں نظر انداز کیا جاتا ہے۔

شرعی حکم:

دعوت ولیمہ یا شادی کے دوسرے اخراجات میں رشتہ دار اور احباب اگر تعاون کریں تو یہ فی نفسہ مستحسن ہے صحیح مسلم کی روایت ہے

عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ، قَالَ: تزوّج رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَدخلَ بِأَهْله، قَالَ: فَصنعت أُمِّي أُمُّ سُلَيْمٍ حَيْسًا، فَجعلته فِي تَوْرٍ، فَقَالَتْ: يَا أَنَسُ، اذْهَبْ بِهَذَا إِلَى رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقُلْ: بَعَثَتْ بِهَذَا إِلَيْكَ أُمِّي وَهِيَ تُقْرِئُكَ السَّلَامَ، وَتَقُولُ: إِنَّ هَذَا لَكَ مِنَّا قَلِيلٌ يَا رَسُولَ اللهِ، قَالَ: فَذَهَبْتُ بِهَا إِلَى رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقُلْتُ: إِنَّ أُمِّي تُقْرِئُكَ السَّلَامَ، وَتَقُولُ: إِنَّ هَذَا لَكَ مِنَّا قَلِيلٌ يَا رَسُولَ اللهِ، فَقَالَ: «ضَعْهُ»، ثُمَّ قَالَ: «اذْهَبْ، فَادْعُ لِي فُلَانًا وَفُلَانًا وَفُلَانًا۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے کہ: رسول اللہ ﷺ نے جب شادی کی تو تب میری والدہ نے مالیدہ تیار کیا اور وہ ایک برطن میں ڈال کر مجھ سے کہا: اے انس اس کو رسول اللہ کے پاس لے کر جانا اور آپ ﷺ کو بتانا کہ یہ میری ماں نے دی ہیں اور انہیں میرا اسلام بھی کہنا ہے اور کہنا کہ یہ ہماری طرف سے چھوٹا سا ہدیہ پیش خدمت ہے اور انس فرماتے ہیں پھر میں آپ ﷺ کے پاس یہ لیکر گیا، اور میں نے کہا میری والدہ آپ کو سلام کہہ رہی تھی، اور کہہ رہی تھی یہ ہماری طرف سے چھوٹا سا ہدیہ ہے تو اپ ﷺ نے فرمایا یہ رکھ لو اور جا کر فلان فلان کو بلاؤ۔[90]

اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ دعوت ولیمہ میں اگر کوئی تعاون کرے یا تحفہ بھیجے تو یہ مستحسن ہے مگر اس دور میں ہمارے ہاں جو رائج رسم کا آغاز ہوا ہے جس کو بلوچی زبان میں رسم بجّاری اور اردو میں نیوتہ کہتے ہیں یہ تعاون کے بجائے قرض کی صورت اختیار کر چکی ہے بلکہ اب تو قرض سے بھی آگے نکل کر ربا کی صورت اختیار کیا ہے کیونکہ تعاون اور مدد کا کوئی حساب نہیں رکھتا ہے اور یہ رضائے الٰہی کے لئے ہوتا ہے اور اس میں یہ بھی نہیں ہوتا ہے ضرور ہر کوئی اتنا اور اتنا دے بلکہ ہر کوئی اپنی استطاعت کے مطابق دیتا ہے اور اب بجاری میں یہ ہوتا ہے کہ اگر کوئی شخص اس رقم سے کم دے جو اس کو دیا گیا تھا تو اس کے بری نظروں سے دیکھا جاہے اور کم دینے کی صورت میں بقیہ رقم کا مطالبہ

---

[90]: صحیح مسلم باب ولیمۃ العرس، ح۳۴۹۶۔

بھی کیا جاتا ہے اور نہ دے ے و دوبارہ اس کو کسی شادی میں دعوت نہیں دی جاتی ہے اور پھر معاشرے کی خوشی اور غمی میں شریک نہیں ہو سکتا تو اس خوف سے وہ یہی کوشش کرتا ہے کہ جتنا اس کو ملا تھا وہ اس سے دوگنا کر کے دیتے ہے اور پھر اس کے نتیجے میں متعدد برائیاں جنم لیتی ہیں۔

بجاری میں بلاضرورت قرض لیا جاتا ہے جبکہ بلاضرورت قرض لینا ایک ناپسندیدہ عمل ہے امام نوویؒ لکھتے ہیں

''اتفق العلماء علی النھی عن السؤال اذالم تکن ضرورۃ''

علماء کا اس بات پر اتفاق ہے کہ بلاضرورت قرض لینا جائز نہیں ہے۔[91]

۲۔ مقروض کے لئے ضروری ہے جب مال اس کے پاس ہو تو قرض فوری طور پر ادا کرے جب کے بجاری میں ایسا نہیں ہوتا ہے استطاعت کے باوجود اس وقت کا انتظار ہوتا ہے کہ جب دائن کے ہاں کوئی شادی ہو تو اس موقعے پر ادا کروں جب کہ حدیث میں ہے کہ آپ ﷺ نے کسی سے قرض لیا جب مال آیا تو آپ ﷺ نے فوراً ادا قرض واپس کیا تھا

''عن عبد اللہؓ بن ربیعۃ قال: استقرض منی النبی ﷺ اربعین الفاً، فجاءہ مال فدفعہ اِلَیَّ۔

عبد اللہ بن ربیعہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے مجھ سے چالیس ہزار قرض لیا تھا آپ کے پاس جب مال آیا تو فوراً میرے حوالہ کیا۔[92]

۳۔ بعض قبائل میں تو یہ معروف ہوتا ہے کہ جہاں ہزار دیا تو اب دو ہزار ملنے کا یقین ہوتا ہے گویا یہ عرف کی صورت اختیار کر چکی ہے، تو یہ اضافی رقم جو ملتا ہے یہ سود ہی شمار ہوں گے کیونکہ وہاں ہر عام و خاص کو پتہ ہوتا ہے کہ آج میں ہزار روپیہ دے رہا ہوں تو کل میری شادی میں یہ شخص مجھے دوگنا کر کے واپس کرے گا، تو اسی نیت سے وہ جاتا ہے اور شادی میں شریک ہوتا ہے کہ آج جو دوں گا کل مجھے دوگنا ملے گا تو یہ تو صریح سود ہے۔

کیونکہ قاعدہ یہ ہے ''كُلُّ قَرْضٍ جَرَّ نَفْعًا حَرَامٌ'' ہر قرض جو نفع لائے وہ حرام ہے،[93]

رسمِ بجّاری میں بھی یہی کچھ ہوتا ہے جو دیتے ہیں اس پر دوگنا حاصل کرتے ہیں اور دوسری بات یہ ہے کہ یہ عقل سلیم کے بھی خلاف ہے کہ ایک بندہ جب دعوت کرتا ہے تو اپنی خوشی پر اللہ کی اس بے بہا نعمت پر شکرانے کے طور پر دعوت کی جاتی ہے مگر یہاں لوگوں کے جیب بٹورے جاتے ہیں اور پھر ستم بالائے ستم یہ کہ اس پر سود دیتا ہے۔

مفتی شفیع عثمانیؒ سورۃ روم کی اس آیت تفسیر میں لکھتے ہیں۔

وَمَا آتَيْتُمْ مِنْ رِبًا لِيَرْبُوَ فِي أَمْوَالِ النَّاسِ-[94]

اس آیت میں ایک بری رسم کی اصلاح کی گئی ہے جو عام خاندانوں اور اہل قرابت میں چلتی ہے وہ یہ ہے کہ عام طور پر کنبہ رشتہ کے لوگ جو کچھ دوسرے کو دیتے ہیں اس پر نظر رکھتے ہیں کہ وہ بھی ہمارے وقت ہمیں کچھ دے گا بلکہ رسمی طور پر کچھ زیادہ دے گا، خصوصاً نکاح اور

---

[91] :نووی یحی بن شرف المنہاج شرح صحیح مسلم،داراحیاءالتراثالعربی ۱۳۹۲،ج۷،ص۱۲۷۔

[92] :سنن النسائی باب، استقراض ح۴۶۸۳۔

[93] :

[94] :الروم ۳۰: ۳۹

شادی بیاہ کی تقریبات میں جو کچھ دیا جاتا ہے اس کی یہی حیثیت ہوتی ہے جس کو عرف میں نیوتہ کہتے ہیں۔ ہدیہ اور ہبہ دینے والے کو اس پر نظر رکھنا کہ اس کا بدلہ ملے گا تو یہ ایک مذموم حرکت ہے جس کو اس آیت میں منع کیا گیا ہے۔[95]

فتاویٰ۔

نیوتہ کی رسم شریعت میں درست نہیں ہے، اور یہ کئی برائیوں کا مجموعہ ہے، اس لیے واپس لینے کی نیت سے ہر گز نہ دیا جائے، جو دینا ہے ہدیہ کی نیت سے دے دیا جائے۔[96]

محمود الحسن گنگوہی لکھتے ہیں

اگر یہ بطور اعانت ہے، اور ریاکاری اور نمود نمائش کے لئے نہ ہو تو شرعاً ً ً درست ہے، بلکہ مستحسن ہے اور بسا اوقات برادری کے زور یا رسوائی کے خوف سے دیا جاتا ہے بلکہ پاس نہ ہو تو قرض اور سود لیکر دیا جاتا ہے، اس لیے یہ ناجائز ہے، اور اگر بطور قرض دیا جاتا ہے تو اس میں بھی بہت سارے مفاسد ہیں۔[97]

خلاصہ یہ ہے کہ نیوتہ کی رسم اگر پیسہ دوگنا کرنے کی نیت سے ہو تو سود ہونے کی وجہ سے ناجائز اور حرام ہے اور اگر معاشرے کی دباؤ اور رسوائی کی خوف سے ہو تب بھی ناجائز ہے کیوں کہ اس کی وجہ سے لوگ مجبور ہو جاتے ہیں اور قرض لیکر بھی نیوتہ کی رقم ادا کرتے ہیں اور اگر یہ صرف معاونت اور ہدیہ کے طور پر دیا جائے تو کے لئے ہو اور بعد میں واپس نہ لیا جائے اور لکھا بھی نہ جائے تو یہ مستحسن ہے، اور موجود جو زمانے میں جو رسم رائج ہے یہ شرعاً ناجائز ہے اس سے اجتناب کرنا ضروری ہے۔

رسم بجّاری کے معاشرتی نقصانات

رسم بجاری کی خراب پہلو یہ ہے کہ اس میں دعوت ولیمہ میں ان لوگوں کو مدعو کیا جاتا ہے کہ جو امیر ہوں اور زیادہ سے زیادہ پیسے دیں، اور اس کے برعکس غرباء کو ایسے مواقع پر شریک نہیں کیا جاتا ہے،

تو جہاں خوشی میں امیر اپنے غریب رشتے داروں اور پڑوسیوں سے اعراض کرتے ہیں تو اس بے رخی کے نتیجہ سے یہ غریب امراء کے غمی میں بھی جانا چھوڑ دیتے ہیں تو معاشرہ دو طبقوں میں تقسیم ہو جاتی ہے۔

تو یہ رسم بھی معاشرہ کیلئے زہر ہے اس کو ختم کرنے کی ضرورت ہے۔

---

[95] عثمانی محمد شفیع،معارف القرآن، مکتبہ معارف القرآن کراچی ۲۰۰۸،ج۲،ص۷۴۹:

[96] آپ کے مسائل اور ان کا حل ،۲،ص۴۰۱:

[97] فتاوی محمودیہ ،محمود الحسن گنگوہی ،ج۱۱،ص۲۴۲:

سروے رپوٹ

ڈیرہ بگٹی میں نکاح کے رائج رسومات کے اچھے اور برے ہونے کے حوالے سے تقریباایک سولوگوں سے انکی رائے لی ہے ان کی تفصیل درج ذیل ہے

نمبر شمار	رسم کا نام	سوال	ہاں	نہیں
۱	مٹن[وٹہ سٹہ]	کیایہ رسم درست ہے؟	70٪	30٪
۲	لَبّ[رشتہ کے بدلے پیسے لینا]	کیایہ رسم درست ہے؟	10٪	90٪
۳	ماذلافی[جنین]	کیایہ رسم درست ہے؟	50٪	50٪

۴	خونی بانہ[بدل صلح لڑکی دینا]	کیا یہ رسم درست ہے؟	1٪	99٪
۵	وکیلی براث وگھار	کیا یہ رسم درست ہے؟	80٪	20٪
۶	پشتی	کیا یہ رسم درست ہے؟	1٪	99٪
۷	ہالو[گیت]	کیا یہ رسم درست ہے؟	99٪	1٪
۸	ٹکر	کیا یہ رسم درست ہے؟	50٪	50٪
۹	مہر کھانا	کیا یہ رسم درست ہے؟	50٪	50٪
۱۰	بِجّاری	کیا یہ رسم درست ہے؟	70٪	30٪

خلاصہ بحث

دور جاہلیت میں عرب کا معاشرہ شادی بیاہ کے معاملے میں افراط و تفریط کا شکار تھا وہاں عورتوں کی حیثیت غلاموں یا جانوروں سے مختلف نہیں تھی، انہیں خریدا اور بیچا جاتا تھا، شادی کے مسئلے پر بھی ان کی رائے نہیں لی جاتی تھی، بلکہ جو سب سے زیادہ بولی دے لڑکی اس کے حوالے کر دی جاتی تھی، عورت مرد کے نزدیک ایک جنسی کھلونا سمجھی جاتا تھی، اور خاوند کے مرنے کے بعد بیٹے اپنے باپ کی بیویوں کو ورثے کے طور پر آپس میں بانٹ دیتے تھے۔ یا انہیں گھروں سے باہر نکال دیا کرتے تھے، اور بیوہ کو ایک سال تک ایک بند کمرے میں رکھا جاتا تھا کہ وہاں ہوا کا گزر تک بھی نہیں ہوتا تھا، اس حجرے کو چھوڑنے کی اسے اجازت نہیں ہوتی تھی، وہ نہ نہا سکتی تھی اور نہ کپڑے بدل سکتی تھی اور جب سال بعد باہر آتی تھی تو اونٹ کا پیشاب ان پر پھینکا جاتا تھا، اس کا مطلب یہ ہوتا تھا کہ اس نے عدت پوری کی ہے۔
جہاں قبیح رسومات کا ذکر ہو تو وہاں پر خوبیاں بھی فراموش نہیں کئے جاتے تو اس معاشرے میں غیرت و ہمیت کی بھی بڑی بڑی مثالیں موجود ہیں، مثلاً بہت سارے لوگ بچیوں کو زندہ دفن کرتے تھے تو بہت سارے لوگ کہتے اگر بچیوں کو پال نہیں سکتے تو ہمیں دیں ہم ان کی کفالت کریں گے۔

اسلامی شریعت نے جہاں عقائد کے اصلاح کیا وہاں نکاح کے متعلق غلط رسومات بھی ختم کرکے ایک خوبصورت انداز میں نکاح کو پیش کیا بلکہ میاں بیوی کے جائز جنسی تعلقات کو نہ صرف مباح کر دیا بلکہ باعث ثواب ٹھہرایا ہے، اور آپ ﷺ نے اس کو النکاح من سنتی فمن رغب عن سنتی فرما کر مزید اس کی اہمیت واضح کی ہے اور اس میں خالق کائنات کی طرف سے انسانی فطرت میں رکھے ہوئے شہوانی جذبات کی تسکین کی ایک مقرر کردہ حد اور ضابطے میں بہترین پاکیزہ سامان بھی ہے اور ازواجی تعلقات سے جو عمرانی مسائل ابقائے نسل اور تربیت اولاد کے متعلق ہیں ان کا بھی معتدلانہ اور حکیمانہ بہترین نظام قائم کیا ہے،

اور خواتین کو پوری آزادی دی ہے کہ وہ اپنی مرضی سے اپنے اولیاء سے مشاورت کرکے اپنے لیے شریک حیات کا چناؤ کریں۔

اور اسی طرح اسلام نے یہ صرف جسمانی خوبصورتی اور خواہش رانی کے بجائے تقویٰ اور دیندار کو ترجیح دی ہے اسی طرح منگنی کے وقت ایک نظر دیکھنے کی اجازت بھی شریعت نے دی ہے، اسلام میں نکاح کو بہت زیادہ آسان کیا ہے مہر کی ادائگی شرط قرار دی گئی ہے، اسی طرح تعددِ ازواج کی اجازت کو عدل سے مشروط کیا ہے،

مگر آج ہمارے معاشرے میں پھر سے نکاح کو اپنے خود ساختہ رسم ورواج کی وجہ سے نکاح کے مقدس رشتے کو مشکل بنایا ہے، اس میں جو خواتین کے حقوق تھے وہ سارے کے سارے رسومات کے بھینٹ چھڑ کر غصب ہوگئے ہیں، اب رشتوں کے حوالے سے ان سے رائے تک بھی کوئی معلوم نہیں کرتا کہ وہ اس رشتہ کے حق میں ہیں کہ نہیں۔

اب ان رسم ورواج کی وجہ سے جو کام غیر ضروری تھے وہ ضروری ہوچکے ہیں مثلاً شادی بیاہ میں نمود و نمائش کے خاطر قرض اور سود لیکر زیادہ سے زیادہ پیسے اڑانے کا رواج چل پڑا ہے، اسی طرح منگنی کے موقعے پر لڑکی کے اولیاء کو بڑی رقم دینا، اور اس کے مقابلے میں مہر جو عورت کا شرعی حق تھا اس کو کم کرکے براہ نام باقی رکھا ہے،

اور ان رسومات فاسدہ کی وجہ سے معاشرے میں ایک نوجوان کے لئے نکاح کی سنت پر عمل کرنا انتہائی مشکل ہوگیا ہے تیس سے پینتیس سال تک ایک نوجوان انتھک محنت کرنے کے باوجود وہ شادی کرنے کے لئے پیس پورا نہیں کر سکتا ہے۔

اب یہ معاشرے پر فرض بنتا ہے کہ وہ اپنا کردار ادا کرکے ان غیر ضروری رسومات کا توڑ نکالیں اور اسلام کا تصور نکاح ہے اس کے مطابق نکاح کو پھر سے آسان بنائیں تا کہ معاشرہ بگاڑ سے بچ سکے۔

تجاویز اور سفارشات

ا۔فاسد رسومات کو ختم کرنے کی سعی کرنی چاہیئے

بحیثیت مسلمان ہمارا فرض بنتا ہے کہ ہم اپنے معاشرے کی اصلاح کے لئے جد وجہد کریں غیر خلاف شرع رسومات کو ختم کریں ان کی جگہ سنت نبوی پر عمل کرنے کی کوشش کریں۔

بلوچی رواج کے نام سے تمام رسومات کا شرعی جائزہ لیا جائے

نکاح اور شادی بیاہ کے علاوہ دوسرے معاملات میں بلوچی رسومات سر انجام دیے جاتے ہیں ان تمام رسومات کا جائزہ لیا جائے کہ ان رسومات کا شریعت میں کیا حکم ہے تاکہ معلوم ہو کہ کون کون سے رسومات جائز ہیں اور کون سے رسومات ناجائز ہیں اور جو ناجائز ہیں ان کے حوالے سے عوام الناس کو آگاہ کیا جائے اور ان کی قباحت سے باخبر کریں اور ان کی جگہ قرآن وسنت کے احکام کی تعلیمات پھیلائے جائیں۔

برے رسومات کے سدباب کے کے لئے خواتین کو تعلیم دی جائے

خواتین معاشرے کا حصہ ہے اور معاشرے سدھارنے اور بگاڑنے میں خواتین بہت زیادہ مؤثر ثابت ہوسکتی ہیں کیونکہ ان رسومات پر عمل کرنے والے سب سے زیادہ عورتیں ہی ہوتی ہیں یا رسومات کی چھری انہی کے گردنوں پر چلتی ہے اس وجہ سے جب عورتیں ان کے خلاف

ہوں گی اور ان کی جگہ سنت رسول ﷺ کو اپنائیں گی تو بہت جلد یہ رسم ورواج ختم ہوں گی ان کی جگہ سنت نبوی ﷺ پر عمل ہونا شروع ہو گا۔

برے رسومات کو ختم کرنے کے لئے قانونی راستہ اپنایا جائے

ان رسومات کا دائرہ کار بہت وسیع ہو چکا ہے لوگوں کے ذہنوں میں راسخ ہو چکے ہیں ان کی اصلاح کوئی آسان کام نہیں ہے، معاشرے میں کوئی بھی ان کو ترک کرنے کے لئے تیار نہیں ہے اس لیے جب تک ان کے خلاف منظم کوشش نہ کی جائے تو یہ چھوڑے نہیں جاسکتے اور یہ کام وہ ادارے کرسکتے ہیں جن کو قانونی اتھارٹی حاصل ہے۔

شرعی متبادل سے آگاہی

اگر کوئی ایسا رسم ہے کہ جس کے لئے شرعی متبادل راستہ موجود ہے تو وہ بھی لوگوں کو بتایا جائے تاکہ لوگ گناہ سے بھی بچ جائیں اور شرعی راستہ بھی میسر ہو۔

جدید ذرائع ابلاغ کو استعمال میں لاکر لوگوں تک مسنون نکاح کا طریقہ بتایا جائے

رسومات کی شرعی جائزہ پر رسائل تحریریں شائع کرکے لوگوں کو رسومات کی حقیقت سے آگاہ کیا جائے تاکہ ان کو معلوم ہو کہ جو رسومات ہم اپنے اوپر لازم کر چکے ہیں ان کے نقصانات کیا ہیں،

ایسے اداروں کا قیام جو معاشرے کا اصلاح کریں

ایسے ادارے قائم کیے جائیں جو معاشرے کی اصلاح کے لئے اپنا کردار ادا کریں معاشرے میں جو غلط رسومات نے بگاڑ پیدا کیا ہے ان کی جگہ اسلامی احکامات کی تعلیم دی جائے۔

کتابیات

نمبر شمار	کتاب	مصنف
۱	قاموس مصطلحات الفقهيه	
۲	لسان العرب	ابن منظور افریقی
۳	الصحاح تاج اللغة	اسماعیل بن حماد
۴	الاشباہ والنظائر	زین العابدین بن ابراہیم

۵	المدخل الی الفقہ الاسلامی	صلاح محمد
۶	مجموعۃ الرسائل	محمد امین
۷	المدخل الفقہی العام	
۸	قاموس الفقہ	خالد سیف اللہ رحمانی
۹	علم اصول الفقہ	عبد الوھاب خلاف
۱۰	المدخل الفقہی	مصطفی احمد زرقاء
۱۱	الفروق انوار البروق انواء الفروق	احمد القرافی
۱۲	الجامع الصحیح	محمد بن اماعیل
۱۳	الموسوعۃ الفقھیہ الکویتیۃ	
۱۴	سنن لدار قطنی	علی بن عمر
۱۵	سنن الترمذی	محمد بن عیسیٰ
۱۶	البنایۃ شرح الھدایۃ	محمود بن احمد
۱۷	اللباب فی شرح الکتاب	عبد الغنی بن طالب
۱۸	مصنف عبد الرزاق	عبد الرزاق
۱۹	سنن ابن ماجہ	محمد بن یزید قزوینی

۲۰	السنن الکبری للبیہقی	احمد بن شعیب
۲۱	معالم النزیل	حسین بن مسعود
۲۲	رد المحتار شرح در المختار	محمد امین
۲۳	فیض القدیر شرح الجامع الصغیر	محمد مدعو
۲۴	الرشوۃ	عطیہ بن محمد سالم
۲۵	موسوعۃ الاجماع فی الفقہ الاسلامی	اسامہ بن سعید
۲۶	سنن ابی داؤد	سلیمان بن اشعث
۲۷	مسند البزار البحر الزخار	احمد بن عمرو
۲۸	البحر الرائق شرح کنز الدقائق	زین الدین بن ابراہیم
۲۹	کفایۃ المفتی	کفایت اللہ
۳۰	تفسر قرآن العظیم	اسماعیل بن کثیر
۳۱	بدائع الصنائع	ابو بکر بن مسعود
نمبر شمار	نام کتاب	نام مصنف
۳۲	احکام القرآن للجصاص	احمد بن علی
۳۳	مدار التنزیل وحقائق التاویل	عبد اللہ بن احمد

۳۴	الصحیح المسلم	مسلم بن حجاج
۳۵	فتاویٰ عثمانیہ	غلام الرحمن
۳۶	الاسماء المبھمۃ فی الابناء	احمد بن علی
۳۷	المختصر القدوری	احمد بن محمد
۳۸	تبیین الحقائق شرح کنزالد قائق	عثمان بن علی
۳۹	جبری نکاح کا شرعی حکم	خورشید انور اعظمی
۴۰	الجامع الصحیح للسنن والمسانید	صہیب عبد الجبار
۴۱	بذل المجھود شرح سنن ابی داوٗد	خلیل احمد سہارنپوری
۴۲	فتاویٰ شبکۃ الاسلامیۃ	
۴۳	قرطبی	محمد بن احمد قرطبی
۴۴	مسند ابن ابی شیبہ	عبد الجبار بن محمد
۴۵	المنھاج شرح صحیح مسلم	یحییٰ بن شرف
۴۶	سنن نسائی	احمد بن شعیب
۴۷	معارف القرآن	مفتی محمد شفیع
۴۸	آپ کے مسائل اور ان کا حل	محمد یوسف لدھیانوی

فہرست آیات

نمبر شمار	آیت	سورة	ایت
١	فَانْكِحُوا مَا طَابَ لَكُمْ مِنَ النِّسَاءِ مَثْنَى وَثُلَاثَ وَرُبَاعَ	النساء	٣
٢	وَأَنْ تَجْمَعُوا بَيْنَ الْأُخْتَيْنِ إِلَّا مَا قَدْ سَلَفَ--	النساء	٢٣
٣	تعالی يَاأَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوا رَبَّكُمُ الَّذِي خَلَقَكُمْ مِنْ نَفْسٍ وَاحِدَةٍ	النساء	١
٤	وَمِنْ آيَاتِهِ أَنْ خَلَقَ لَكُمْ مِنْ أَنْفُسِكُمْ أَزْوَاجًا	الروم	٢١

۵	وَلَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِزْرَ أُخْرَى	الاسراء	۱۵
۶	وَمَا جَعَلَ أَدْعِيَاءَكُمْ أَبْنَاءَكُمْ	الاحزاب	۴
۷	وَقُلْ لِلْمُؤْمِنَاتِ يَغْضُضْنَ مِنْ أَبْصَارِهِنَّ	النور	۳۱
۸	يَاأَيُّهَا النَّبِيُّ قُلْ لِأَزْوَاجِكَ وَبَنَاتِكَ وَنِسَاءِ الْمُؤْمِنِينَ	الاحزاب	۵۹
۹	**يَاأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اجْتَنِبُوا كَثِيرًا مِنَ الظَّنِّ**	الحجرات	۱۲
۱۰	وَالَّذِينَ يَرْمُونَ الْمُحْصَنَاتِ	النور	
۱۱	فَانْكِحُوا مَا طَابَ لَكُمْ مِنَ النِّسَاءِ۔	النساء	۳
۱۲	**وَأُحِلَّ لَكُمْ مَا وَرَاءَ ذَلِكُمْ ---**	النساء	۲۴
۱۳	وَآتُوا النِّسَاءَ صَدُقَاتِهِنَّ نِحْلَةً	النساء	۴
۱۴	وَمَا آتَيْتُمْ مِنْ رِبًا لِيَرْبُوَ فِي أَمْوَالِ النَّاسِ	الروم	۳۹

فہرست احادیث

نمبر شمار	حدیث	کتاب
۱	**أَنَّ النِّكَاحَ فِي الجَاهِلِيَّةِ كَانَ عَلَى أَرْبَعَةِ أَنْحَاءٍ:**	بخاری
۲	**عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ , قَالَ: كَانَ الْبَدَلُ فِي الْجَاهِلِيَّةِ----**	دارقطنی
۳	عَنِ ابْنِ عُمَرَ، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهَى عَنِ الشِّغَارِ	
۴	**أَنَّ غَيْلَانَ بْنَ سَلَمَةَ الثَّقَفِيَّ أَسْلَمَ وَلَهُ عَشْرُ نِسْوَةٍ فِي الْجَاهِلِيَّةِ فَأَسْلَمْنَ**	

٥	«يَا مَعْشَرَ الشَّبَابِ مَنِ اسْتَطَاعَ مِنْكُمُ الْبَاءَةَ فَلْيَتَزَوَّجْ،----	مصنف عبدالرزاق
٦	«تَنَاكَحُوا، تَكْثُرُوا، فَإِنِّي أُبَاهِي بِكُمُ الْأُمَمَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ---	مصنف عبدالرزاق
٧	لَمْ يُرَ لِلْمُتَحَابِّينَ مِثْلُ النِّكَاحِ	مصنف
٨	لَوْ لَمْ يَبْقَ مِنَ الدُّنْيَا إِلَّا يَوْمٌ وَاحِدٌ	مصنف
٩	اطْلُبُوا الْفَضْلَ فِي الْبَاهِ	
١٠	**النكاح من سنتى ،فمن لم يعمل بسنتى فليس منى**	السنن ابن ماجه
١١	أَمَّا أَنَا فَأَنَا أُصَلِّي وَ أَنَامُ، وَأَصُومُ وَ أُفْطِرُ، وَ أَتَزَوَّجُ النِّسَاءَ	مصنف عبدالرزاق
١٢	اذاتزوج العبد فقد كمل نصف الدين	السنن البيهقى
١٣	وَفِي بُضْعِ أَحَدِكُمْ صَدَقَةٌ	البغوى
١٤	أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهَى عَنِ الشِّغَارِ	البخارى
١٥	قَالَ اللَّهُ: ثَلاَثَةٌ أَنَا خَصْمُهُمْ يَوْمَ القِيَامَةِ	البخارى
١٦	لعن رسول الله صلى الله عليه و سلم الراشي والمرتشي	السنن لابى داؤد
١٧	لرَّاشِي وَالْمُرْتَشِي فِي النَّار	مسند بزار

١٨	**لاَ تَرْجِعُوا بَعْدِي كُفَّارًا يَضْرِبُ بَعْضُكُمْ رِقَابَ بَعْضٍ**	مسند بزار
١٩	الصلح جائز بين المسلمين	السنن الترمذی
٢٠	ثلاثة انا خصمهم يوم القيامة	بخاری
٢١	**إِيَّاكُمْ وَالظَّنَّ، فَإِنَّ الظَّنَّ أَكْذَبُ الحَدِيثِ**	بخاری
٢٢	فرمایا ہے **إِنَّ مِنْ أَشَرِّ النَّاسِ عِنْدَ اللهِ مَنْزِلَةً يَوْمَ الْقِيَامَةِ**	مسلم
٢٣	لاَ تُنْكَحُ الأَيِّمُ حَتَّى تُسْتَأْمَرَ	بخاری
٢٤	الْأَيِّمُ أَحَقُّ بِنَفْسِهَا مِنْ وَلِيِّهَا	مسلم
٢٥	عَنْ خَنْسَاءَ بِنْتِ خِدَامٍ الأَنْصَارِيَّةِ أَنَّ أَبَاهَا زَوَّجَهَا وَهِيَ ثَيِّبٌ	الاسماء المبهمه
٢٦	**ثَلَاثٌ جَدُّهُنَّ جَدٌّ، وَهَزْلُهُنَّ جَدٌّ**	ابوداؤد
٢٧	(يا عائشة ما كان معكم لهو ؟ فإن الأنصار يعجبهم اللهو)	بخاری
٢٩	"، فَقُلْتُ: أَهْدَيْنَاهَا إِلَى زَوْجِهَا	السنن و مسانید
٣٠	وعَنْ عَامِرِ بْنِ سَعْدٍ قَالَ: دَخَلْتُ عَلَى قَرَظَةَ بْنِ كَعْبٍ	السنن و المسانید
٣١	وعَنْ عَامِرِ بْنِ سَعْدٍ قَالَ: دَخَلْتُ عَلَى قَرَظَةَ بْنِ كَعْبٍ	بخاری

۳۲	مَنْ أَصْدَقَ امْرَأَةً صَدَاقًا، وَاللَّهُ يَعْلَمُ أَنَّهُ لَا يُرِيدُ أَدَاءَهُ إِلَيْهَا	سنن ابی شیبه
۳۳	قَالَ: تَزَوَّجَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَدَخَلَ بِأَهْلِهِ	مسلم
۳۴	استقرض منی النبیﷺ اربعین الفاً ،فجاءه مال فدفعه اِلَیّ	سنن النسائی